وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اُس میثاق کو یاد رکھو جو اُس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی

ماہنامہ میثاق

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

جلد : ۴۹
شمارہ : ۲
ذوالقعدہ ۱۴۲۰ھ
فروری ۲۰۰۰ء
فی شمارہ ۱۰/-
سالانہ زرتعاون ۱۰۰/-

سالانہ زرتعاون برائے بیرونی ممالک

○ امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ — 22 ڈالر (800 روپے)
○ سعودی عرب، کویت، بحرین، قطر، عرب امارات، بھارت، بنگلہ دیش، افریقہ، ایشیا، یورپ، جاپان — 17 ڈالر (600 روپے)
○ ایران، ترکی، اومان، مسقط، عراق، الجزائر، مصر — 10 ڈالر (400 روپے)

ادارہ تحریر
شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید
حافظ خالد محمود خضر

ترسیل زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور (رجسٹرڈ)

مقام اشاعت : 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700 فون : 03-02-5869501
فیکس : 5834000 ای میل : anjuman@brain.net.pk.
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی : 67۔ گڑھی شاہو، علامہ اقبال روڈ، لاہور
فون : 6316638-6366638 فیکس : 6305110
پبلشر: ناظم مکتبہ مرکزی انجمن، طابع : رشید احمد چودھری مطبع : مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

☆ عرض احوال ____ ۳

حافظ عاکف سعید

☆ بیان پریس کانفرنس ____ ۷

لاہور پریس کلب میں متحدہ اسلامی انقلابی محاذ کے صدر ڈاکٹر اسرار احمد کا خطاب

☆ تذکرہ و تبصرہ ____ ۱۱

دعوت قرآنی کا خلاصہ اور لب لباب

ڈاکٹر اسرار احمد

☆ افاداتِ علی میاںؒ ____ ۳۴

مقام انسانیت

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

☆ منهاج المُسلم (۴) ____ ۴۵

اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان

علامہ ابوبکر الجزائری

☆ موت العالِم موت العالَم ____ ۵۷

علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر خورشید عالم

☆ افہام و تفہیم ____ ۷۶

ایک رفیق تنظیم کا خط اور امیر تنظیم کی طرف سے جواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض احوال

اس وقت وطن عزیز پاکستان میں جو مسئلہ سب سے زیادہ بحث و مباحثہ اور بیان بازی و مناقشے کا موضوع ہے وہ بلاشبہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط سے متعلق ہے۔ پاکستانی قوم واضح طور پر اس معاملے میں دو گروہوں میں بٹی ہوئی نظر آتی ہے۔ ایک طبقہ جس میں سیکولر ذہن رکھنے والے افراد کی کثرت ہے' سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کے حق میں ہے۔ ایسے لوگوں کو امریکہ اور دیگر عالمی طاقتوں' بالخصوص عالمی مالیاتی اداروں کی مخالفت کی بجائے ان کے ساتھ سازگاری اور مفاہمت کا راستہ اختیار کرنے میں عافیت محسوس ہوتی ہے اور وہ معاشی بندشوں اور اقوام عالم میں تنہا رہ جانے سے خائف نظر آتے ہیں۔ اس کے برعکس دوسرا طبقہ جس میں نظریہ پاکستان کا دم بھرنے والے بعض مخصوص عناصر کے ساتھ ساتھ ملک کی تمام نمایاں دینی جماعتیں اور شخصیتیں بھی شامل ہیں' سی ٹی بی ٹی کا شدت سے مخالف ہے۔ ان لوگوں کی رائے میں اس معاہدے پر دستخط اپنی خداداد ایٹمی صلاحیت سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہے جس کے بعد نہ تو بھارت کے مقابلے میں ہماری کوئی حیثیت ہو گی اور نہ عالم اسلام میں کوئی مرتبہ و مقام۔

امیر تنظیم اسلامی' محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے بھی اس معاملے کی سنگینی اور اہمیت کے پیش نظر نہ صرف یہ کہ متعدد خطباتِ جمعہ میں اس پر دینی اور دُنیوی دونوں پہلوؤں سے اظہار خیال فرمایا بلکہ "متحدہ اسلامی انقلابی محاذ" کی جانب سے ایک پریس کانفرنس کا بھی اہتمام کیا۔ ۲۱ جنوری کے خطابِ جمعہ جس میں امیر تنظیم نے اس موضوع پر زیادہ تفصیل سے روشنی ڈالی تھی' کا خلاصہ حسب ذیل ہے :

> "بھارت دستخط کرے یا نہ کرے' پاکستان کو کسی بھی صورت میں سی ٹی بی ٹی پر دستخط نہیں کرنا چاہئے۔ اگر ایسا کیا گیا تو یہ اللہ اور اس کے دین سے غداری اور سورۂ انفال میں وارد شدہ قرآن حکیم کے صریح حکم کی خلاف ورزی ہو گی۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ وہ آج مسجد دارالسلام باغ جناح میں اجتماع جمعہ سے "نئے عالمی نیوکلیائی اور مالیاتی استعمار کے خلاف اعلانِ جنگ" کے موضوع پر خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان آج محاورتاً نہیں حقیقتاً ایک دوراہے پر کھڑا ہے۔ قوم سی ٹی بی پر دستخط کے حوالے سے واضح طور پر دو حصوں میں بٹ گئی ہے۔ ایک طرف سیکولر دانشور اور وہ طبقہ ہے جو مادی

حقائق کو سامنے رکھ کر بات کرتا ہے۔ یہ لوگ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کے حق میں ہیں۔ ان کے نزدیک امریکہ ' عالمی مالیاتی اداروں ' نیو کلیائی استعمار اور نیو ورلڈ آرڈر کے مطالبوں کے سامنے گھٹنے ٹیکنے ہی میں پاکستان کی عافیت اور بقا ہے۔ دوسری طرف تمام دینی و مذہبی جماعتیں اور اس کے علاوہ ملک کی نظریاتی اساس سے گہری وابستگی رکھنے والا طبقہ جس میں جنرل (ر) حمید گل کا نام سرفہرست ہے' اس بات پر متفق ہے کہ سی ٹی بی ٹی پر ہرگز دستخط نہ کئے جائیں۔

امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ امریکہ جو کام مسلم لیگ کی حکومت یا بے نظیر کی حکومت سے اس لئے نہ کرا سکا کہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کی سب سے بڑی محافظ فوج تھی' اب وہ ایک چال کے ذریعے یہی کام پاکستانی افواج سے لینے کی راہ ہموار کر چکا ہے اور نوبت یہاں تک آ چکی ہے کہ امریکہ نے موجودہ حکومت کو جہادی تحریکوں کے خاتمہ ' بحالی جمہوریت کا فریم ورک ' اقتصادی اصلاحات ' تمام پاکستانی شہریوں کے مذہبی و سیاسی حقوق کی آزادی اور سی ٹی بی ٹی پر دستخط کا پانچ نکاتی ایجنڈا دے دیا ہے' جس پر عملدرآمد کے لئے حکومت بظاہر پورے طور پر آمادہ نظر آتی ہے۔ شاید اسی کا یہ مظہر ہے کہ امریکہ کے اشارے پر تمام ملک یکے بعد دیگرے ہمارے قرضے ری شیڈول کر رہے ہیں۔

امریکی ایجنڈے کی رو سے تمام شہریوں کے حقوق کی آزادی کا مطلب توہین رسالت کے قانون کا خاتمہ اور قادیانیوں کو مراعات دینا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو شدید اندیشہ ہے کہ مذہبی عناصر اور موجودہ حکومت کے مابین محاذ آرائی اور تصادم کی شکل پیدا ہو جائے گی جس کا خوفناک پہلو یہ ہے کہ یہ محاذ آرائی فوج اور مذہبی جماعتوں کے درمیان ہو گی' کیونکہ اس وقت حکومت فوج کے ہاتھوں میں ہے۔ اس سے بھی خطرناک صورت یہ ہو گی کہ اس ایشو پر پاکستانی فوج دو حصوں میں منقسم ہو کر آپس میں ٹکرا جائے۔ ملک کے سیکولر طبقات کو جان لینا چاہئے کہ پاکستان کی فوج ترکی یا الجزائر کی فوج نہیں۔ پاکستانی افواج کے نچلے طبقے میں تو دین اور اسلام کی محبت و غیرت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے ہی فوج کے اعلیٰ طبقے میں بھی مذہبی و دینی رجحان کی کمی نہیں۔

آج ہمارے ملک میں حکومتی و غیر حکومتی افراد پر مشتمل ایک ایسا طبقہ بھی موجود ہے جنہیں سب سے بڑا خوف یہ ہے کہ پاکستان کہیں ڈیفالٹر نہ ہو جائے اور یوں دنیا میں تنہا نہ رہ جائے۔ وہ شاید اسے کفر اور شرک سے بھی بڑا گناہ تصور کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر ہم پر پابندیاں لگا دی گئیں تو یہ ہمارے لئے بہت مبارک ہوں گی۔ یہ

پابندیاں ہمیں اپنی خودی' اپنے خدا کی دریافت اور پاکستان کی حقیقی منزل "اسلام کے نظام عدل اجتماعی کے قیام" میں مددگار ہوں گی اور ہم اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکیں گے۔

اِس وقت ہمارے پاس دو ہی راستے ہیں۔ ایک یہ کہ ہم یہودی ورلڈ آرڈر کے تقاضے پورے کرنے کیلئے پورے طور پر امریکہ اور عالمی مالیاتی اداروں کے سامنے سربسجود ہو جائیں۔ لیکن یہ سورۃ المائدہ کی آیت ۵۱ کے حوالے سے اللہ کی نافرمانی کے مترادف ہو گا' جہاں فرمایا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ ویسے بھی یہ راستہ ہمارے مسائل کے مستقل حل کا راستہ نہیں بلکہ بے غیرتی اور بے حمیتی کا راستہ ہے۔ جبکہ دوسرا اور باوقار راستہ یہ ہے کہ ہم ایک جست لگا کر عالمی مالیاتی و نیو کلیائی استعمار کے چنگل سے باہر نکل آئیں۔ اس کیلئے ہمیں تین کام کرنا ہوں گے :

① اسلام دشمن عالمی نیو کلیائی و مالیاتی استعمار کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے سی ٹی بی ٹی پر دستخط سے صاف انکار کر دیا جائے۔

② اپنے ملک میں بھی غیر سودی نظام معیشت کو فی الفور نافذ کیا جائے۔

③ بیرونی قرضوں کے ضمن میں خم ٹھونک کر اعلان کر دیا جائے کہ ہم ان قرضوں پر سود نہیں دیں گے۔ البتہ اصل رقم کی واپسی کیلئے Debt Equity Swap کا طریقہ اپنایا جائے یا صاف کہہ دیا جائے کہ جب ممکن ہو گا ہم تمہارے قرضے واپس کر دیں گے۔

ہماری بقا اسی میں ہے کہ ہم یو این او' امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو گڈ بائے کہہ دیں اور مغربی استعمار کے آلہ کار بننے کے بجائے پاکستان' ایران اور افغانستان (PIA) پر مشتمل ایک بلاک تشکیل دیں۔ اسی میں ہماری بہتری ہے۔ ورنہ امریکہ اور یو این او نے ماضی میں ہمیں دھوکے کے سوا اور کیا دیا ہے۔

جنرل پرویز مشرف' نواز شریف اور بے نظیر کے انجام سے سبق سیکھیں اور جان لیں کہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے۔ اگر انہوں نے اس معاملے میں بھی اسی جرأت کا مظاہرہ نہ کیا جو معرکہ کارگل کے موقع پر کیا تھا تو پرویز مشرف بھی قصہ پارینہ ہو جائیں گے۔

۲۸ جنوری کے خطاب جمعہ میں ملکی حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے دیگر معاملات کے ساتھ ساتھ پی سی او کے تحت ججوں سے حلف اٹھوانے کے حساس مسئلہ پر بھی اظہار خیال فرمایا۔ قارئین کی دلچسپی کے لئے اس خطاب کا پریس ریلیز بھی سطور ذیل میں پیش ہے :

"امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا ہے کہ ہماری سرحدوں پر بھارتی جارحیت کے سائے گہرے ہوتے جا رہے ہیں جبکہ اندرونی طور پر ایم کیو ایم کے سربراہ الطاف حسین نے بھی طبل جنگ بجانے کا اعلان کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ جہادی تحریکوں مثلاً لشکر طیبہ کے امیر حافظ محمد سعید اور حرکت المجاہدین کے مولانا مسعود اظہر نے بھی ملک میں نفاذ اسلام کے لئے جہاد شروع کرنے کا عندیہ دیا ہے۔ ان حالات میں اس امر کا حقیقی خدشہ موجود ہے کہ اگر موجودہ حکومت نے درست حکمت عملی اور اسلام کی جانب مثبت پیش رفت نہ کی تو ملک میں خانہ جنگی کی صورت پیدا ہو جائے جو ملک و ملت کے لئے کتنی خوفناک ہو گی اس کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں۔ اس اعتبار سے موجودہ فوجی حکومت ایک دوراہے پر کھڑی ہے۔ چنانچہ ملک کی بقاء' استحکام' دفاع اور سالمیت کا درست راستہ یہ ہے کہ فوج نے جس طرح نہروں اور نالوں کی بھل صفائی کی ہے اسی طرح ملک سے کرپشن کا گند صاف کرنے کے لئے احتساب کا عمل تیز تر کر دے' جب کہ دوسری طرف پاکستان میں نفاذ اسلام کے لئے جس دستوری و آئینی عمل کا آغاز ہو چکا ہے اس کی رفتار کو تیز تر کر کے شرعی قوانین کا جلد از جلد نفاذ کیا جائے اور سودی نظام سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کیا جائے۔

عبوری آئینی حکم (پی سی او) کے تحت ججوں کے حلف اٹھانے کے معاملے پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ مارشل لاء نے پہلے نقاب اوڑھ رکھا تھا اب اس طرزِ عمل کے بعد اس کے چہرے سے آدھا نقاب اٹھ گیا ہے۔ لیکن یہ ایسی کوئی انہونی بات بھی نہیں کیونکہ ہماری باون سالہ تاریخ کا زیادہ عرصہ مختلف مارشل لاؤں کے سایہ میں ہی گزرا ہے جس کا بڑا سبب خود ہمارے سیاستدانوں کی نااہلی اور نامناسب روش ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ موجودہ حکومت کے اس اقدام پر امریکہ نے بڑا شدید ردعمل ظاہر کیا ہے اور اسے بحالی جمہوریت کی کوششوں کو دھچکا لگنے کے مترادف قرار دیا ہے اور پاکستان سے دھمکی آمیز مطالبہ کیا ہے کہ وہ جہادی تحریکوں پر پابندی لگائے ورنہ امریکہ اسے دہشت گرد ملک قرار دلا دے گا۔ گویا یہ بھارت کو خوش کرنے اور اس کی پاکستان دشمن پالیسی کو تقویت دینے کی ایک کوشش ہے' جس سے یہ ظاہر ہو گیا ہے امریکہ ہمارے ساتھ نہ ماضی میں مخلص رہا ہے نہ اب ہے۔ چنانچہ امریکہ کے اس تحکمانہ انداز کے بعد اب ہمیں بھی امریکہ سے اپنا راستہ جدا کر لینے کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنا چاہئے"۔

- سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنا ڈیتھ وارنٹ پر دستخط کے مترادف ہے
- وزراء و ماہرین کے حلف سے عقیدہ ختم نبوت کے الفاظ حذف کر دیئے گئے' از سر نو حلف لیا جائے

بیان پریس کانفرنس

مورخہ 26/جنوری لاہور پریس کلب میں متحدہ اسلامی انقلابی محاذ کی پہلی پریس کانفرنس سے محاذ کے صدر ڈاکٹر اسرار احمد کا خطاب

محترم صحافی حضرات و دیگر معززین! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ!!

متحدہ اسلامی انقلابی محاذ کی جانب سے اس پہلی پریس کانفرنس میں مَیں محاذ کے صدر کی حیثیت سے آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں اور آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے اپنی گوناگوں مصروفیات میں سے کچھ قیمتی لحات ہمارے لئے نکالے ہیں اور یہاں تشریف لائے ہیں۔ متحدہ اسلامی انقلابی محاذ میں میری اپنی جماعت تنظیم اسلامی اور جناب محمد اکرم اعوان صاحب کی جماعت تنظیم الاخوان کے علاوہ تحریک اسلامی جس کے امیر مولانا مختار گل صاحب ہیں اور مرکزی جمعیت اہل حدیث جس کے امیر مولانا محمد یحیٰی عزیز میر محمدی صاحب ہیں' شامل ہیں۔ میں اس کا صدر اور جناب محمد اکرم اعوان صاحب اس کے نائب صدر ہیں۔ تاہم اس پریس کانفرنس میں ان کی علالت طبع کے باعث ان کی نمائندگی کرنل (ر) عبد القیوم صدر تنظیم الاخوان کر رہے ہیں اور جمعیت اہل حدیث کی نمائندگی ریاض احمد فیضی صاحب کر رہے ہیں۔ اس پریس کانفرنس کا مقصد محض یہ ہے کہ آپ کی وساطت سے موجودہ حکومت کے اربابِ اقتدار و اختیار کو پاکستانی عوام کی جانب سے بالعموم اور اتحاد میں شامل جماعتوں کی جانب سے بالخصوص' اس انتہائی تشویش اور اضطراب سے آگاہ کیا جائے جو سی ٹی بی ٹی پر دستخطوں اور عقیدہ ختم نبوت کے متعلق موجودہ حکمرانوں کے مشکوک اور قابل اعتراض رویہ کے سلسلہ میں اہل وطن کے دلوں میں طوفان مچائے ہوئے ہے۔

● سب سے پہلے میں آپ کی توجہ قرآن حکیم کی سورۂ انفال کی آیت نمبر ۶۰ میں

وارد حکم خداوندی کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے :

"اور اپنے مقدور بھر قوت اور سدھائے ہوئے گھوڑے تیار رکھو تاکہ ان کے ذریعے تم اللہ کے اور خود اپنے دشمنوں پر رعب اور دبدبہ قائم رکھ سکو!"

اس آیت کی رو سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جہاد اور دفاع کے لئے اپنے تمام تر وسائل کو بروئے کار لانے کا واضح طور پر حکم دیا ہے۔ گویا یہ ہماری پسند یا ناپسند کا معاملہ نہیں ہے۔ یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ پاکستان کے ازلی اور پیدائشی دشمن بھارت نے آج تک پاکستان کے وجود کو ذہنا اور قلبا تسلیم نہیں کیا ہے۔ اور پوری ہندو قوم کی دلی آرزو یہ ہے کہ پاکستان کو ختم کر کے اکھنڈ بھارت قائم کیا جائے۔ چنانچہ یہ اسی کا شاخسانہ ہے کہ بھارت نے مسئلہ کشمیر کو یو این او کی قراردادوں کے مطابق حل کرنے کی بجائے اسے دانستہ طور پر 53 سال سے الجھا رکھا ہے اور اس نازک اور سنگین مسئلہ پر پاکستان' بھارت سے مسلسل حالت جنگ میں رہنے پر مجبور ہے۔ اب جبکہ اللہ وحدہٗ لا شریک نے خالص معجزاتی طور پر اپنی خاص رحمت و نصرت سے پاکستان کو ایک ایٹمی طاقت بنا دیا ہے جس سے پاکستان کے دشمنوں کی راتوں کی نیندیں اور دن کا سکون و چین اڑ گیا ہے' سی ٹی بی ٹی پر دستخط کر کے ایٹمی پروگرام کے ضمن میں کسی بھی درجہ کی پسپائی کی راہ اختیار کرنا دراصل نہ صرف رب ذوالجلال کے احسان و انعام کا کفران ہو گا بلکہ ملکی اور قومی لحاظ سے اپنے ہاتھوں آپ خود کشی کرنے کے مترادف ہو گا۔ سی ٹی بی ٹی یہود و نصاریٰ کی مشترکہ سازش ہے۔ یہ سازش دراصل اسلام اور پوری دنیائے اسلام کے خلاف ہے اور سی ٹی بی ٹی پر دستخط کا اصل ہدف یہ ہے کہ عالم کفر کے خلاف عالم اسلام کی قوت مدافعت کو مفلوج کر دیا جائے۔ لہٰذا اس پر دستخط کرنے کے معنی بھارت کے مقابلے میں پاکستان کے ڈیتھ وارنٹ پر دستخط کے مترادف ہونے کے علاوہ وسیع تر سطح پر اسلام اور عالم اسلام کے مفادات سے غداری بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سی ٹی بی ٹی کے مسئلہ پر پاکستان کی جملہ دینی و مذہبی جماعتوں کے علاوہ نظریۂ پاکستان سے قلبی و ذہنی تعلق کے حامل تمام حلقوں اور شخصیتوں کا متفقہ موقف یہ ہے کہ اس پر ہرگز ہرگز دستخط نہ کئے جائیں ——— بنابریں اس امر کا حقیقی اندیشہ موجود ہے کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخطوں سے نہ صرف دینی جماعتوں اور مسلح افواج کے درمیان تصادم پیدا ہو جائے بلکہ مسلح افواج کے سیکولر

اور خالص اسلامی ذہن رکھنے والے طبقات بھی باہم ٹکرا جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو یہ صورتحال کتنی خوفناک ہوگی' اس کا اندازہ لگانا کوئی مشکل بات نہیں! اس لئے ہمارا پر زور مطالبہ ہے کہ سی ٹی بی ٹی پر کسی بھی صورت اور کسی بھی حال میں ہرگز دستخط نہ کئے جائیں۔ اگر ایسا کیا گیا تو یہ بزدلانہ 'مذموم اور قابل نفرت اقدام کرنے والے کسی حکمران کو اللہ جبار و قہار کے قہر و غضب سے کہیں بھی پناہ نہیں ملے گی۔

۲ عقیدہ ختم نبوت کے حوالے سے یہ افواہ ملک بھر میں گردش کر رہی ہے کہ موجودہ حکمرانوں نے اپنے ارد گرد جو ماہرین اور وزراء اکٹھے کئے ہیں ان میں سے بہت سے افراد قادیانی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس افواہ یا اطلاع کو اس امر سے بھی تقویت ملتی ہے کہ ان افراد سے جو حلف لیا گیا ہے اس میں سے عقیدہ ختم نبوت یعنی حضور اکرم ﷺ کو آخری نبی ماننے کے الفاظ حذف کر دیئے گئے ہیں۔ یہ معاملہ انتہائی تشویشناک ہے۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ حکومت میں شامل کئے جانے والے تمام تر افراد سے آئین پاکستان کے تحت 'عقیدہ ختم نبوت پر زور دیتے ہوئے' از سر نو حلف لیا جائے اور عوام میں اس حوالے سے پائی جانے والی تشویش کو ختم کیا جائے۔ اور ایک ایسی اقلیت کو عوام پر مسلط نہ کیا جائے جسے عوام کے دیرینہ اور پر زور مطالبہ پر غیر مسلم قرار دیا جا چکا ہے۔ بصورت دیگر عوام اس ضمن میں بھی راست اقدام پر مجبور ہوں گے اور اللہ ذوالجلال کی تائید و نصرت ان کے ساتھ ہوگی۔

۳ متحدہ اسلامی انقلابی محاذ اس امر پر تو اطمینان کا اظہار کرتا ہے کہ پاکستان کی عدالت عظمیٰ نے نجی سطح کے سود یعنی USURY کے علاوہ تجارتی سود یعنی (COMMERCIAL INTEREST) کو بھی "ربو" اور للٰذا حرام مطلق قرار دینے کے فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے کی جو توثیق کی ہے اس کے عملی نفاذ کے لئے ایک بااختیار کمیشن مقرر کر دیا ہے ـــــ تاہم اس کے ساتھ ہی محاذ ایک مؤقر انگریزی روزنامہ (DAWN) میں شائع شدہ اس خبر کو بھی کلیتاً نظر انداز نہیں کر سکتا جو ایک گمنام حکومتی ذریعے کے حوالے سے شائع کی گئی ہے ـــــ جس کا حاصل یہ ہے کہ حکومت ملک کی بلند ترین عدالت (APEX COURT) کے اس فیصلہ پر نظرثانی کی اپیل کا ارادہ رکھتی ہے ـــــ بنا بریں متحدہ اسلامی انقلابی محاذ حکومت کو متنبہ کرنا چاہتا ہے کہ سود کی

حرمت پر فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلہ پر لگ بھگ دس سال گزر جانے کے بعد اب اگر اس معاملے میں کسی بھی طرح کی تاخیر و تعویق (DELAYING TACTICS) سے کام لیا گیا تو دینی و مذہبی حلقوں کا ردعمل تو شدید ہو گا ہی ـــــ حکومت کے خلاف کسی عوامی تحریک کا آغاز بھی ہو سکتا ہے۔

٥ پاکستان پر مسلط سب سے بڑی لعنت اور اس کی اقتصادی مشکلات کے اصل سبب یعنی بیرونی قرضوں کے ضمن میں بھی عدالت عظمیٰ کے اس فیصلہ کے بعد ہمیں واضح اعلان کر دینا چاہئے کہ ہم ان قرضوں پر سود تو ہرگز ادا نہیں کریں گے۔ البتہ قرضوں کا اصل زر ادا کرنے کے ضمن میں "DEBT EQUITY SWAP" کی قسم کی کسی صورت پر غور کرنے کے لئے تیار رہوں گے ـــــ اور اگر یہ صورت منظور نہ ہو تو پھر ہم یہ قرضے صرف اپنی سہولت کے مطابق ادا کریں گے! ـــــ ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف کے ذریعے دنیا پر مسلط ہونے کی کوشش کرنے والے اس "نئے عالمی مالیاتی استعمار" سے بایں طور پر چھٹکارا حاصل کر کے ہی ہم ان تمام "احکام" پر عمل کرنے سے انکار کی جرأت کر سکتے ہیں جو امریکہ کے نائب وزیر خارجہ کارل انڈر فرتھ کے ذریعے نئے عالمی مالیاتی استعمار کے سرخیل امریکہ بہادر کی جانب سے صادر ہوئے ہیں جن میں سی ٹی بی ٹی پر دستخط کے علاوہ جہادی تنظیموں پر پابندی اور "جملہ عوام کے مساوی حقوق" کے پردے میں قانون توہین رسالت (ﷺ) اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے فیصلوں کی بساط لپیٹنے کے مطالبات شامل ہیں!

آخر میں ہم موجودہ حکومت کو متنبہ کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ پاکستان کے وجود میں آنے کا عمل اور اس کا ماضی نہ صرف پوری موجودہ دنیا بلکہ پوری انسانی تاریخ میں بالکل منفرد (UNIQUE) حیثیت کا حامل ہے ـــــ موجودہ حکومت میں شامل سیکولر عناصر کے طرز عمل سے پاکستان کے اس مخصوص پس منظر سے بے اعتنائی کا اظہار ہو رہا ہے ـــــ انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ قدرت ماضی میں بھی ایسے عناصر کو عبرتناک سزائیں دیتی رہی ہے ـــــ اور آئندہ بھی اگر کسی نے اس "سلطنت خداداد" کی وجہ جواز (RAISON DE ETRE) کو نظر انداز اور اس کے نصب العین کو خیرباد کہا تو اس کا حشر بھی مختلف نہیں ہو گا۔

تذکرہ و تبصرہ

دعوتِ قرآنی کا خلاصہ اور لُبِّ لباب

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ
کا ۲۷ رمضان المبارک کی شب جامع القرآن لاہور میں خطاب

خطبہ مسنونہ کے بعد تلاوتِ آیات :

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ○ ﴾ (البیّنة : ۵)

ادعیہ ماثورہ کے بعد فرمایا :

محترم حضرات و محترم خواتین! اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ ماہِ رمضان المبارک کی مبارک ساعات سے ہم نے مقدور بھر فائدہ اٹھایا ہے۔ خصوصاً جو لوگ پورے قرآن حکیم کے ترجمے میں سے گزرے ہیں ان کے لئے یہ بہت ہی بڑی سعادت ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سنہری موقع عطا ہوا۔ اِس وقت میرے پیش نظر یہ ہے کہ قرآن مجید کی دعوت کا خلاصہ اور لُبِّ لباب آپ کے سامنے رکھوں۔ ارادہ یہ ہے' اللہ تعالیٰ اس ارادے کو پورا کرائے' کہ بہت بھاری بھرکم اصطلاحات سے آپ کے ذہنوں کو بوجھل نہ کردوں' بلکہ بات سادہ' واضح اور سمجھ میں آنے والی ہو۔

قرآن مجید کا دو تہائی حصہ مکّی سورتوں پر مشتمل ہے۔ مکی سورتوں میں کثرت اور تکرار سے آنے والا مضمون "انبیاء و رُسل کی دعوت" ہے۔ متعدد جگہ ہم نے الفاظ پڑھے کہ رسول نے کہا : ﴿ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾ "اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی بندگی اور پرستش کرو' اس کے علاوہ تمہارا کوئی الٰہ نہیں"۔ ہر نبی اور رسول نے اپنی قوم سے یہی بات کہی۔ ایک جگہ اس کو مزید واضح کیا گیا : ﴿ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ○ ﴾ "یہ کہ اللہ کی بندگی کرو' اور اس کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت کرو"۔ میں اللہ کا نمائندہ ہوں' اللہ کا رسول ہوں۔ وہ کیا چاہتا ہے' کیا

نہیں چاہتا' اسے کیا پسند ہے اور کیا ناپسند ہے' یہ میں تمہیں بتاؤں گا۔ تمام انبیاء و رُسل کی' آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم النبیین محمدٌ رسول اللہ ﷺ تک' بنیادی دعوت یہی ہے۔ چنانچہ جب حضور ﷺ پر قرآن نازل ہوا تو اس میں بھی عبادتِ رب کی دعوت دی گئی' صرف اس فرق کے ساتھ کہ باقی سارے رسول کہتے رہے کہ ﴿ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾ جبکہ حضور ﷺ پر آیت اتری ﴿ یٰاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴾ "اے لوگو! بندگی اور پرستش کرو اپنے پروردگار کی جس نے تمہیں پیدا کیا اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے"۔ یعنی قرآن کی دعوت پوری نوعِ انسانی کے لئے ہے' کسی نسل' قوم یا علاقے سے متعلق نہیں۔ دعوت وہی ہے کہ اپنے رب کی بندگی اور پرستش کرو اور تمہارا اُس کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر سورۃ الذاریات میں یہ الفاظ فرمائے : ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ○ ﴾ "میں نے جنّوں اور انسانوں کو پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ وہ میری عبادت (بندگی اور اطاعت) کریں"۔ اس آیت میں جنّوں اور انسانوں کی غایت تخلیق بیان کی گئی ہے۔ جہاں تک سببِ تخلیق کا تعلق ہے کہ اللہ نے یہ کائنات کیوں پیدا کی؟ یہ بالکل علیحدہ مسئلہ ہے اور یہ فلسفے کے غامض مسئلوں میں سے ہے۔ اللہ نے جو صاحبِ ارادہ مخلوق پیدا کی ہے اس کی غایت تخلیق کیا ہے' وہ اس آیت میں بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ کی بندگی ہے ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ○ ﴾ اس آیت کا لفظی ترجمہ ہو گا "میں نے نہیں پیدا کیا ہے جنّوں اور انسانوں کو مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت (بندگی اور پرستش) کریں۔"

اس گفتگو کا عنوان ہم نے آج ہی سورۃ البیّنہ میں ملاحظہ کیا :

﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ○ ﴾ (البیّنة : ۵)

"انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں ہوا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں' اس کے لئے اپنی اطاعت کو خالص کرتے ہوئے' یک سو اور یک رنگ ہو کر' اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔ یہی دینِ قیم ہے۔"

گویا کہ اگر ہم صرف عبادت کا مفہوم سمجھ لیں تو ہمیں قرآن مجید کی پوری دعوت سمجھ میں

آ جائے گی۔ "عبادت" کالفظ وہ بنیادی لفظ ہے جس میں پورا قرآن مجید موجود ہے' جیسے کہ آم کی گٹھلی میں سے آم کا پورا درخت نکلتا ہے اور اس میں شاخیں' پتے' پھول' پھل سب کچھ ہوتا ہے۔ جس طرح آم کی گٹھلی میں آم کا پورا درخت بالقوۃ موجود ہے' اسی طرح لفظ عبادت میں پورا قرآن مجید موجود ہے' لیکن اس "عبادت" کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔

عبادتِ رب کے تین پہلو

عبادت کے تین پہلو سمجھ لیجئے۔ اس کے لئے انسانی جسم کی مثال لیجئے' دو ڈھائی من کی لاش ہے' اس میں ایک روح ہے' جس کا شاید وزن ہی کچھ نہیں' حالانکہ ساری حقیقت اس روح سے ہے' ورنہ یہ جسم کیا ہے۔ جسم تو موت کے بعد disintegrate ہو جاتا ہے' گل سڑ جاتا ہے۔ لہٰذا اسے جلد از جلد مٹی میں دبا دیا جاتا ہے۔ جسم انسانی کی طرح عبادت کا بھی ایک جسد ہے' جو نظر آتا ہے' اور دوسری چیز عبادت کی روح ہے۔ عبادت کا جسد اللہ کی اطاعت ہے' اسی لئے اس کے لئے لفظ "بندگی" استعمال ہوا ہے۔ ظاہر ہے بندے یعنی غلام کا کام ہی اطاعت کرنا ہے ؎

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی!

لیکن مطلوب یہ ہے کہ اطاعت کُلّی ہو' ہمہ وقت اور ہمہ جہت ہو۔ غلام ہر وقت کا غلام ہوتا ہے' وہ صرف آٹھ گھنٹے کا غلام نہیں ہوتا۔ آٹھ گھنٹے والا ملازم (employee) ہوتا ہے جو آٹھ گھنٹے کی ملازمت طے کر کے آتا ہے۔ اس کے بعد جیسے آپ شہری ہیں ایسے ہی وہ بھی شہری ہے۔ جبکہ غلام وہ ہوتا ہے جو چوبیس گھنٹے آپ کا غلام ہے' آپ اسے جو حکم دیں گے وہ کرے گا۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے تو آپ نے باورچی کی حیثیت سے رکھا تھا' مجھے آپ ٹائیلٹ صاف کرنے کو کیوں کہہ رہے ہیں؟ آپ کا ملازم یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ بات میری شرائط ملازمت میں شامل نہیں ہے' لیکن غلام نہیں کہہ سکتا کہ آپ مجھ سے یہ کام کیوں کروا رہے ہیں۔ غلام کو تو جو حکم دیا جائے گا وہ کرے گا' خواہ وہ حکم دن' رات یا کسی بھی وقت دیا جائے۔ غلام کو تو ہمہ وقت' ہمہ تن' ہمہ وجوہ اطاعت کرنی ہے۔ عبادت کا اصل جوہر یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت ہمہ تن اور ہمہ وجوہ ہونی چاہئے' اس میں تقسیم

نہیں ہونی چاہئے۔ اگر آپ کہیں کہ میں اللہ کے کچھ احکام مانوں گا اور کچھ نہیں مانوں گا تو ایسی جزوی اطاعت صفر سے ضرب کھا جائے گی۔ اس ضمن میں سورۃ البقرۃ کی اس آیت کو ذہن میں رکھئے :

﴿ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۝ ﴾ (آیت ۸۵)

"کیا تم اللہ کی کتاب کے ایک حصے کو مانتے ہو اور ایک کو نہیں مانتے؟ پس تم میں سے جو لوگ یہ طرزِ عمل اختیار کریں ان کی سزا اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ دنیا کی زندگی میں ذلیل و خوار کر دیئے جائیں اور قیامت کے دن شدید ترین عذاب میں جھونک دیئے جائیں' اور اللہ ان حرکات سے بے خبر نہیں ہے جو تم کر رہے ہو۔"

تمہارا حال یہ ہے کہ تم نماز بھی پڑھتے ہو اور سودی کاروبار بھی کرتے ہو۔ اللہ کے ایک حکم کو مانتے ہو اور ایک کو پاؤں تلے روندتے ہو۔

تو عبادت کے ضمن میں پہلی چیز اطاعتِ کُلّی ہے' غلامی کی طرح۔ اسی حوالے سے فرعون نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے بارے میں کہا تھا : ﴿ وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ﴾ کہ ان دونوں (رسولوں) کی قوم تو ہماری غلام ہے۔ اور غلام قوم کے فرد کی یہ جرأت کہ وہ ہمارے سامنے سینہ تان کر بات کرے! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرعون سے کہا تھا : ﴿ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ (الشعراء : ۲۲) "رہا تیرا احسان جو تو نے مجھ پر جتلایا ہے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے"۔

عبادت کا اصل مفہوم اور جسد تو اطاعت ہے۔ البتہ ایک اطاعت جبری ہوتی ہے۔ کسی قوم نے کسی دوسری قوم پر فتح حاصل کی اور مجبوراً اُسے اپنا غلام بنا لیا' اب وہ طوعاً و کرہاً اس کی اطاعت کر رہی ہے' اس کو عبادت نہیں کہیں گے۔ اس لئے کہ عبادت کی روح محبت ہے۔ جب کسی ہستی کی محبت سے سرشار ہو کر اُس کی اطاعت کی جائے تو یہ عبادت ہے۔ چنانچہ اللہ کی عبادت ایک طرف لازماً ہمہ وقت' ہمہ وجوہ' ہمہ تن اور مکمل

ہونی چاہئے' دوسری طرف اس کی روح محبت ہونی چاہئے۔ یہ محبت کس درجے کی ہونی چاہئے؟ اس کے بارے میں ہم نے ایک تو سورۃ البقرۃ میں یہ پڑھا تھا : ﴿ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ﴾ (آیت ۱۶۵) "اہل ایمان اللہ سے شدید ترین محبت کرتے ہیں"۔ چنانچہ اللہ سے شدید ترین محبت ہونی چاہئے۔ دوسری آیت ہم نے سورۃ التوبہ میں یہ پڑھی :

﴿ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ ﴾

(آیت ۲۴)

"(اے نبیؐ ان سے) کہہ دیجئے : اگر تمہیں اپنے باپ' اپنے بیٹے' اپنے بھائی' اپنی بیویاں اور اپنے عزیز و اقارب اور اپنے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور اپنے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تمہیں اندیشہ ہے اور اپنے وہ گھر جو تم کو بہت پسند ہیں' تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے عزیز تر ہیں تو جاؤ انتظار کرو' یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے' اور اللہ ایسے نابکار لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔"

اللہ اور رسول ﷺ کی محبت اس درجے کی درکار ہے۔

اسی محبت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : ((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ)) "تم میں سے کوئی شخص مؤمن ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ میں اسے اپنے باپ' اپنے بیٹے اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔"

جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا ہے' عبادت کے دو لازمی جزو ہیں : ایک اطاعتِ کُلّی' یعنی ہمہ تن' ہمہ وقت' بغیر کسی استثناء اور شرط کے اطاعت۔ دوسرے محبّت' ہر چیز سے بالاتر۔ ہر فرد' ہر انسان' ہر شخصیت' ہر شے' ہر دولت اور ہر قیمتی شے سے زیادہ محبت اللہ کے ساتھ ہو۔ دونوں چیزیں جب جمع ہوتی ہیں تو عبادت کا حق ادا ہوتا ہے۔ عبادت کی تعریف (definition) حافظ ابن قیمؒ نے ان الفاظ میں کی ہے : "اَلْعِبَادَةُ تَجْمَعُ

صلین : غایۃ الحب مع غایۃ الذّل و الخضوع "یعنی عبادت بنیادی طور پر دو اجزاء کو جمع کر کے وجود میں آتی ہے۔ اللہ سے انتہائی درجے کی محبت اور انتہائی درجے میں اپنے آپ کو اس کے سامنے بچھا دینا۔

اس میں ایک تیسری چیز مزید شامل ہے۔ اللہ کی اس عبادت کے لئے کچھ ظاہری شکلیں معین کی گئی ہیں، جن سے ہم گویا اعتراف کرتے ہیں کہ اے اللہ! ہم تجھے مانتے ہیں، تیری عظمت کو تسلیم کرتے ہیں اور تیری بندگی کرتے ہیں۔ ان کو ہم "مراسمِ عبودیت" کہتے ہیں۔ مثلاً اللہ کے سامنے دست بستہ احترام کے ساتھ کھڑے ہونا، جسے قنوت کہتے ہیں۔ دعائے قنوت اسی لئے کہلاتی ہے کہ وہ کھڑے ہو کر پڑھی جاتی ہے۔ اسی طرح رکوع ہے ﴿ وارکعوا مع الرّاکعین ﴾ سجدہ ہے ﴿ واسجد واقترب ﴾ جو عاجزی کی آخری شکل ہے۔ انسان اپنی پیشانی، جو عزت کا سب سے اونچا مقام ہے، اللہ کے حضور گویا اللہ کے قدموں میں رکھ دیتا ہے۔ یہ مراسم عبودیت ہیں۔

اطاعتِ کُلّی میں حائل رکاوٹ اور اس کا کفّارہ

اب ذرا جائزہ لیجئے کہ صورت حال اگر یہ ہو، جیسی کہ اس وقت ہے، کہ ہم جہاں رہ رہے ہیں وہاں پورا نظام اللہ کے قانون کے مطابق نہیں ہے اور ہم اس نظام کا جزو ہیں، لہٰذا ہماری زندگی کا اسّی فیصد حصّہ تو اللہ کی اطاعت سے ویسے ہی خالی ہے، تو زیادہ سے زیادہ ہم عبادت کے دو پہلو پورے کر سکتے ہیں۔ مراسمِ عبودیت ہم اللہ ہی کے لئے بجا لاتے ہیں۔ ہم اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ ان جہلاء کو چھوڑ دیجئے جو کسی قبر کو سجدہ کر دیتے ہیں۔ ہم جو یہاں موجود ہیں اللہ کا شکر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے، رکوع نہیں کرتے۔ قنوت بھی اللہ ہی کے لئے ہے۔ اگرچہ ہمارے ہاں رسمی طور پر قومی پرچم اور قومی ترانے کے لئے بھی قنوت کیا جاتا ہے۔ قومی ترانے کے احترام میں ادب کے ساتھ کھڑے ہونا درحقیقت اسلام کی توحیدی روح کے بالکل منافی ہے۔ اس لئے کہ اللہ کے سوا کسی کے لئے اس طرح کھڑا ہونا درست نہیں۔ اقبال نے جو وطن کو بھی معبود قرار دیا ہے ؏ "ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے" تو وطن کے جھنڈے کو سلامی دینا اور کھڑے ہو کر اس کا ترانہ سننا اس معبود کی نماز ہے۔ بہرحال میں اس وقت عام لوگوں کی بات کر رہا ہوں۔ ہم رکوع اور سجدہ اللہ کے لئے کرتے ہیں، نماز

اُسی کے لئے پڑھتے ہیں' روزہ بھی اسی کے لئے رکھتے ہیں۔ چنانچہ مراسمِ عبودیت کی تو اللہ نے ہمیں توفیق دی ہوئی ہے۔ باقی زندگی میں تھوڑا سا حصّہ تو وہ ہے جس میں ہمیں اختیار حاصل ہے کہ جو چاہیں کریں۔ مثلاً ہمیں اختیار حاصل ہے کہ گھر میں شرعی پردہ نافذ کریں' کیونکہ کوئی حکومتی قانون ہمیں پردہ کرنے سے نہیں روکتا۔ وہ اگر ہم نہیں کر رہے تو یہ ہماری اپنی کوتاہی ہے۔ ہمیں اختیار ہے کہ ہم بینک سے براہِ راست قرضہ لے کر کاروبار بڑھانے کی فکر نہ کریں' کسی نے آپ کو مجبور نہیں کیا۔ اگر ایسا کر رہے ہیں تو غلط کر رہے ہیں۔ ہمیں اختیار ہے کہ چھوٹے سے مکان میں زندگی گزار دیں' بینک سے قرضہ لے کر بڑا محل نہ بنائیں۔ اس پر آپ کو کوئی مجبور نہیں کرتا۔ اس اعتبار سے کچھ چیزیں تو وہ ہیں جو ہم کر سکتے ہیں' چاہے اس میں ہماری دنیا سکڑ جائے' ہماری حیثیت کم ہو جائے۔ ہمارا کاروبار نہیں بڑھے گا' معاشرے میں نکو بن جائیں گے' ہمیں دقیانوس کہا جائے گا' لیکن ہم دین کے اس حصے پر عمل کر سکتے ہیں۔ تکلیفیں آئیں' طعنے ملیں' طنز و استہزاء اور تمسخر ہو' ٹھیک ہے۔ سودی کاروبار نہیں کریں گے تو بمشکل دو وقت کی روٹی ملے گی' رشوت دینی ہے نہ لینی ہے تو بھی مشکل سے روٹی ملے گی۔ طے کر لیں کہ فاقے بھی آ جائیں تو کوئی پرواہ نہیں' لیکن ہم اس پر عمل کریں گے ــــــ دین پر چلنے میں آزمائشیں تو آتی ہی ہیں

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ؕ (البقرہ : ۱۵۵) "اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطر' فاقہ کشی' جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے"۔

البتہ دین کا ایک وہ حصّہ ہے جس پر ہم بحالاتِ موجودہ عمل کر ہی نہیں سکتے۔ مثلاً قرآن کہتا ہے چور کے ہاتھ کاٹو' ہم نہیں کاٹ سکتے' وہ تو نظام بدلے گا تو کٹیں گے۔ شادی شدہ زانی کو ہم رجم نہیں کر سکتے۔ اسی طرح ساری حدود معطل پڑی ہیں۔ اللہ کہتا ہے اگر سودی لین دین سے باز نہیں آؤ گے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے' لیکن ہمارا تو سارا نظام سودی ہے' اس کا سارا تانا بانا سود سے بُنا ہوا ہے۔ قرآن کہتا ہے جُوا حرام ہے' جبکہ ہمارے ہاں پرائز بانڈز' لاٹری' انعامات اور نامعلوم کن کن صورتوں میں جُوا چل رہا ہے۔ ہمارا سیاسی' معاشرتی اور معاشی نظام کفر پر قائم ہے اور ہماری زندگی کا بہت تھوڑا سا حصّہ ایسا ہے جس میں ہم اللہ کی اطاعت کر

سکتے ہیں' جبکہ اللہ یہ کہہ رہا ہے کہ جب تک ہمہ تن' ہمہ وقت اطاعت نہیں ہو گی قابل قبول ہی نہیں ہے۔ ﴿ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ﴾ اللہ کو تو وہ اطاعت قبول ہے جو خالص ہو۔ چنانچہ ہم چکی کے دو پاٹوں کے درمیان ہیں۔

جس شخص کو بھی شعور حاصل ہو گیا ہو کہ وہ اتنے بڑے مسئلے سے دو چار ہے تو وہ کیا کرے؟ میں آپ کو اس کا حل بتانا چاہتا ہوں۔ اس کا حل یہ ہے کہ جن چیزوں میں تو ہمیں اِس وقت اختیار ہے' چاہے اس میں مشکل ہو' چاہے لوگوں کی طرف سے سوشل بائیکاٹ ہو جائے' چاہے آپ پر فقرے چست کئے جائیں' چاہے آپ کی روزی کم ہو جائے' عزت کم ہو جائے' کچھ بھی ہو جائے' لیکن عمل کر سکتے ہیں تو اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ رہے وہ معاملات جو ہم نہیں کر سکتے' مثلاً سود ہماری معیشت میں اس طرح رچ بس گیا ہے کہ وہ ہمارے سانس کے ساتھ بھی ہمارے اندر جا رہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ کوئی شخص سود کھائے گا نہیں' تب بھی وہ اس کے غبار سے نہیں بچ سکے گا۔ یعنی ہوا میں موجود گرد و غبار کی مانند سود اس کے اندر جائے گا۔ کیونکہ زندہ رہنے کے لئے سانس تو لینا ہی ہے' لہٰذا ہوا کے ساتھ غبار بھی لازماً اندر جائے گا۔ ہوا میں دھواں ہو تو سانس کے ساتھ دھواں بھی اندر جائے گا۔ اسی طرح ہماری فضا میں سود ہے جو ہمارے اندر جا رہا ہے۔ اب اس کا کفارہ کیا ہو گا؟

اس کا کفارہ یہ ہے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے دین کے جتنے حصے پر عمل کر سکتے ہیں عمل کرتے ہوئے باقی اپنی توانائیوں' قوتوں' صلاحیتوں' اوقات اور اپنے وسائل میں سے اپنی ذات اور اہل و عیال کے لئے کم سے کم حصہ نکالتے ہوئے اس کے اکثر حصے کو اسی جدوجہد میں لگا دیا جائے جس سے اس نظام کو تلپٹ کیا جائے اور اس نظام کو ختم کر کے اللہ کے دین کو غالب کیا جائے۔ نظامِ باطل کے تحت رہتے ہوئے جس گناہ میں ہم ملوث ہیں کہ ہماری اطاعت "مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ" نہیں ہے' یہ جدّوجہد اس کا کفارہ بن جائے گی۔ ظاہر ہے کہ اس گناہ کے اثرات ہم پر پڑ رہے ہیں' اس سے ہمارا ضمیر ملوث ہو رہا ہے۔ چنانچہ اس کو دھونے کے لئے اور پاک کرنے کے لئے' گناہ کے کفارے کے لئے اس باطل نظام کو بدلنے کی جدوجہد میں اپنا تن من دھن لگا دیں۔ عام طور پر آدمی اپنی صلاحیتیں اچھی سے اچھی دنیا بنانے کے لئے صرف کرتا ہے کہ بہتر سے بہتر مکان بناؤں' بہتر سے بہتر

گاڑی لے لوں' یہ کروں وہ کروں' اپنے کاروبار کو پھیلاؤں اور دنیا میں خوب پھلوں' پھولوں اور پھیلوں۔ لیکن اگر آپ باطل نظام کے تحت رہ رہے ہیں تو اس نظام کے تحت پھلنا' پھولنا' پھیلنا حرام ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ آپ نے باطل کے نظام کو تسلیم کر لیا ہے اور اسے ذہناً قبول کرلیا ہے۔ آپ اس کے خلاف مسلسل جہاد اور جدوجہد کریں' جسے انگریزی میں کہتے ہیں to live under protest یعنی نظام میں تو ہم رہ رہے ہیں' لیکن ہم نے اس نظام کو قبول نہیں کیا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی توانائیاں' اپنی قوتیں' اپنی صلاحیتیں' اپنے اوقات' وسائل اور اولاد' غرضیکہ ﴿ مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ﴾ (الحدید) کے الفاظ کی رو سے جو بھی کچھ اللہ نے دیا ہے اس کا بیشتر حصہ اس جدوجہد میں لگا دیا جائے کہ یہاں نظام بدل جائے' نظامِ باطل تلپٹ اور ختم ہو جائے اور نظامِ حق قائم ہو جائے۔ اس جدوجہد کا نام جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ سورۃ الحجرات میں واضح کر دیا گیا کہ مؤمن ہے ہی وہ جس کے دل میں یقین ہو اور عمل میں جہاد ہو :

﴿ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ﴾ (آیت ۱۵)

"مؤمن تو بس وہی ہیں جو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر' پھر شک میں نہیں پڑے' اور انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کیا"۔

سورۃ الصف میں ہم نے پڑھا کہ اگر جہاد نہیں ہے تو جہنم سے نجات ہی نہیں ہے :

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ○ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ﴾ (آیات ۱۰'۱۱)

"اے ایمان والو! کیا میں تمہاری راہنمائی کروں ایسی تجارت کی طرف جو تمہیں عذابِ الیم سے نجات دلا دے۔ ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے۔"

یہ اگر نہیں ہے تو گویا ہم نے نظامِ باطل کو تسلیم کرلیا ہے' اس سے reconcile کرلیا ہے' اس کی چاکری میں لگے ہوئے ہیں اور اس سے ہمیں روزی مل رہی ہے جس سے عیش کر

رہے ہیں۔ پھلنے' پھیلنے اور پھولنے کے لئے ہر شخص اپنی سی کوشش کر رہا ہے۔

جہاد کے دو مرحلے : دعوت و اقامتِ دین

اس جہاد فی سبیل اللہ کے دو مرحلے ہیں۔ پہلا مرحلہ دعوت ہے۔ اب فرض کیجئے آپ کو اس کا احساس ہو گیا ہے تو اکیلا چنا بھاڑ تو نہیں پھوڑ سکتا۔ آپ دو چار آدمی اپنے ساتھ ملائیں گے' انہیں ہم خیال بنائیں گے کہ آؤ بھئی اس کام کے اندر جڑو اور لگو۔ یہ دعوت کا مرحلہ ہے' جس کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے : ﴿ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ ﴾ "لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف بلاؤ" اور فرمایا : ﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا ﴾ "اُس شخص سے بہتر بات کس کی ہو گی جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے"۔ اگر معتد بہ تعداد میں لوگ جمع ہو جائیں تو پھر اگلا مرحلہ اس نظام کے ساتھ تصادم اور ٹکراؤ کا ہے۔ اگر معتد بہ تعداد میں لوگ نہیں آئے تو آپ پر کوئی الزام نہیں' آپ تو دعوت دے رہے ہیں' اللہ کے دین پر عمل کر رہے ہیں اور اپنی توانائی' قوت اور صلاحیت اس دعوت میں لگا دی ہے۔ اگر response نہیں ملا تو کوئی بات نہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کو ساڑھے نو سو برس میں بھی response نہیں ملا تو اس میں ان کا تو کوئی قصور نہیں۔ لیکن اگر response مل جائے اور لوگ آکر جمع ہو جائیں' تن من دھن لگانے کے لئے تیار ہوں' تو پھر وہ جماعت "حزب اللہ" بنے گی۔ بالفاظ قرآنی : ﴿ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ ﴾ (المجادلہ) اور ﴿ فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ ﴾ (المائدۃ) وہ اللہ کی پارٹی بنے گی اور پھر نظامِ باطل سے تصادم اور ٹکر مول لے گی۔

اس تصادم کی صورت قتال کی بھی ہو سکتی ہے' جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلح تصادم ہوا۔ تاہم آج کی دنیا میں اس کی اور بھی شکلیں ہیں۔ غیر مسلح تصادم بھی ہوتا ہے' عوامی تحریک چلتی ہے' مظاہرے ہوتے ہیں' گھیراؤ ہوتے ہیں اور حکومتیں بدل جاتی ہیں۔ ضروری نہیں کہ اسلحہ ہی اٹھایا جائے۔ انقلابیوں پر اگر گولیاں چلتی ہیں تو وہ جھیلتے ہیں۔ جیسے ایرانیوں نے انقلاب برپا کر کے دکھا دیا۔ انہوں نے گولیاں نہیں چلائیں' بلکہ گولیاں کھائی ہیں۔ بیس تیس ہزار آدمیوں نے جانیں دیں تو بادشاہ کو راہِ فرار اختیار کرنا پڑی۔ بہرحال تصادم ہو گا' جانیں دینی پڑیں گی' خون دینا پڑے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

اگر سینکڑوں کی تعداد میں جانیں قربان کی ہیں تو ہمیں لاکھوں کی تعداد میں قربانی دینی پڑے گی' تب اسلامی انقلاب آئے گا۔ ایک ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی زندگی بلاشبہ ہم میں سے لاکھوں کے برابر تھی۔ حضرت حمزہ اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کی زندگی کی کیا قدر و قیمت تھی؟

تو یہ جہاد فی سبیل اللہ کے دو مرحلے ہیں۔ پہلا دعوت اور پھر اقامت دین۔ اقامت دین اور شہادت علی الناس کی اصطلاحات ہم نے دورۂ ترجمۂ قرآن کے دوران پڑھی ہیں۔ ہم نے سورۃ الحج کے آخر میں پڑھا : ﴿ وَجٰهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ﴾ "جہاد کرو اللہ کی راہ میں جیسا کہ جہاد کا حق ہے"... ﴿ لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ﴾ "تاکہ رسول گواہ ہوں تم پر اور تم گواہ ہو جاؤ پوری نوعِ انسانی پر"۔ جبکہ سورۃ البقرۃ میں یہ الفاظ وارد ہوئے :

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ﴾ (آیت ۱۴۳)

"اسی طرح ہم نے تمہیں ایک بہترین امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول تم پر گواہ ہوں۔"

سورۂ آل عمران میں فرمایا :

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ط ﴾ (آیت ۱۱۰)

"تم وہ بہترین امت ہو جسے انسانوں (کی ہدایت و اصلاح) کے لئے برپا کیا گیا۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو' برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

پھر ہم نے پڑھا :

﴿ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ج ﴾

(الانفال : ۳۹)

"ان (کافروں) سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین کُل کا کُل اللہ کیلئے ہو جائے"

سورۃ الشوریٰ میں پڑھا ﴿ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ ﴾ "دین کو قائم کرو"۔

یہ ساری آیتیں ہم پڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ ان کا حاصل کیا ہے؟ یہ کہ پورا نظام اللہ

کی بندگی کے تابع ہو جائے' پوری ریاست اللہ کی بندگی میں آجائے' پورا معاشرہ اللہ کا بندہ بن جائے۔ تب ہی ہماری بندگی مکمل ہوگی' ورنہ ہماری بندگی ناقص ہے۔ نماز' روزہ تو ہم کر رہے ہیں اور سور نہیں کھاتے' شراب نہیں پیتے' اللہ کا شکر ہے' ٹھیک ہے' انفرادی اعمال تو ہم کر رہے ہیں' لیکن اجتماعی نظام تو پورا کافرانہ ہے۔ اور قرآن دوٹوک الفاظ میں کہہ رہا ہے :

﴿ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ○ . . . . فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ○ . . . . فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ○ ﴾

(المائدہ : ۴۴'۴۵'۴۷)

''جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں . . . . وہی تو ظالم ہیں (مشرک ہیں) . . . . وہی تو فاسق ہیں۔''

کیا یہ فتوے ہم پر نہیں لگ رہے؟

معلوم ہوا کہ ہر بندے کے لئے' اگر وہ واقعتاً اللہ کی بندگی کا حق ادا کرنا چاہتا ہے' تو یہ لازم ہے کہ اللہ کے جن احکام پر اس کے لئے عمل کرنا ممکن ہے' چاہے کتنا ہی مشکل ہو' اس پر تو لازماً عمل کرے' اور بقیہ بندگی' جو وہ نہیں کر پا رہا' اس کے متبادل اور اس کی تلافی (compensation) کے طور پر اپنی پوری زندگی کی توانائیاں' قوتیں اور صلاحیتیں' اوقات اور وسائل لگا دے اور کھپا دے' تاکہ حق کا بول بالا ہو اور دین کا نظام قائم ہو۔ یہ گویا کہ ہر بندۂ مؤمن کے لئے فرضِ عین ہے۔

بدقسمتی سے ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ نماز فرض ہے' روزہ فرض ہے' لیکن اقامتِ دین کی فرضیت ہم پر واضح نہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج اس گئے گزرے دور میں بھی کتنے ہی لوگ نمازیں پڑھ رہے ہیں۔ جو نہیں پڑھتے انہیں احساس تو ہوتا ہے کہ وہ ایک فرض ترک کر رہے ہیں۔ روزہ کتنے ہی لوگ رکھ رہے ہیں' اور جو نہیں رکھتے انہیں اپنی کوتاہی کا احساس تو ہوتا ہے۔ لیکن یہ بات کہ اقامتِ دین کی جدوجہد کرنا فرض عین ہے' ہمارے ذہن سے ہی نکل گئی ہے۔ ہم نے نماز روزہ کو پورا دین سمجھ لیا ہے۔ اسی کی وضاحت کے لئے میں نے آغاز میں یہ آیت پڑھی تھی : ﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ ﴾ ''اور ان کو اس کے سوا

کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں' اپنی اطاعت کو اس کے لئے خالص کر کے بالکل یک سو ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں"۔ یہاں نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم "اور" کے ساتھ آ رہا ہے۔ یعنی اصل عبادت یہ ہے کہ اللہ کی بندگی اور پرستش کریں اس کے لئے اپنی اطاعت کو خالص کرتے ہوئے۔ اور جہاں خالص اطاعت ممکن نہ ہو تو جس حد تک ممکن ہے کرو اور جس حد تک ممکن نہیں ہے اسے اس نظام کو تلپٹ کرنے کی جدوجہد سے compensate کرو۔

اقامتِ دین کی شرط لازم

یہ بات اگر سمجھ میں آ گئی تو دوسری بات سمجھئے کہ اقامتِ دین کا کام انفرادی طور پر نہیں ہو سکتا' اس کے لئے اجتماعیت اور جماعت لازمی ہے۔ اگر انفرادی طور پر ہو سکتا تو ہر نبی انقلاب برپا کر جاتا۔ سیدھی سی بات ہے کہ نبی تو مردِ کامل ہی ہوتے تھے' ان میں کوئی عیب اور کمی نہیں ہوتی تھی' وہ تو معصوم اور اللہ کے خاص بندے ہوتے تھے۔ اگر اکیلا آدمی یہ کام کر سکتا تو ہر نبی لازمی طور پر کر جاتا' خواہ اس کو ساتھی نہ ملتے اور جماعت نہ بنتی۔ لیکن یہ کام بغیر جماعت کے ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ یہ کام اگر ہوا تو ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ﴾ کے ہاتھوں تکمیل پذیر ہوا۔ یعنی "اللہ کے رسول محمد ﷺ اور آپؐ کے وہ ساتھی جو آپؐ کے ساتھ تھے"۔ جب جاں نثاروں کی جماعت بنتی ہے تب یہ کام ہو سکتا ہے' ورنہ نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ ان کے ہمراہ چھ لاکھ آدمی تھے' لیکن جب جنگ کا وقت آیا تو انہوں نے کورا جواب دے دیا : ﴿ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ○ ﴾ "اے موسیٰ! جاؤ تم اور تمہارا رب جا کر جنگ کرو' ہم تو یہاں بیٹھے ہیں"۔ اس طرزِ عمل کی پاداش میں چالیس برس تک کے لئے ان پر وہ ارضِ مقدس حرام کر دی گئی کہ جاؤ صحرائے تیہ میں بھٹکتے پھرو۔ اسی عرصے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال ہو گیا اور وہ نظام قائم نہیں ہو سکا۔ چنانچہ اس کے لئے جمعیت اور جماعت ضروری ہے' قوت ضروری ہے۔

بدقسمتی سے یہ چیزیں بھی ہمارے ذہنوں سے اس لئے نکل گئی ہیں کہ ہمارے تصورات سے اقامت دین کی فرضیت خارج ہو گئی تو جماعت کی فرضیت بھی غیر ضروری قرار پائی۔ اس لئے کہ ہر شے کا کوئی مقصد ہوتا ہے۔ ہمارے نزدیک تو نماز کی جماعت ہی

کافی ہے۔ امام آیا' نماز پڑھی' جماعت ہو گئی' بات ختم ہوئی۔ نماز کے لئے تو یہی جماعت کافی ہے۔ اقامت دین کی جدوجہد کے لئے بھی ایک منظم جماعت کی ضرورت ہے جو سمع و طاعت والی ہو۔ ﴿ فَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا ﴾ "سنو اور اطاعت کرو" حکم قرآنی ہے۔ جب تک سمع و طاعت کا یہ نظم نہ ہو اور ایک معتدبہ تعداد میں افراد جمع نہ ہوں تو یہ کام نہیں ہو سکتا۔ سو دو سو آدمی پاکستان میں یہ کام نہیں کر سکتے۔ عرب میں ٹھیک ہے ۳۱۳ کے مقابلے میں ایک ہزار مشرکین تھے' لیکن آج بڑی بڑی حکومتیں ہیں' جن کے پاس فوجیں ہیں' پولیس' پیرا ملٹری فورسز اور ائیر فورس ہے۔ فرض کیجئے اس نظام کے چلانے والے سیکولر ذہن کے لوگ ہیں۔ ان بدلے ہوئے حالات میں عام آدمی بیچارہ کیا کر سکتا ہے' جب تک ایک بڑی تعداد میں بڑی منظم جماعت وجود میں نہ آ جائے۔ یہ جماعت بھی اگر "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ" کے منہاج (Pattern) پر نہیں بنے گی' اس کا وہ انداز نہیں ہو گا' تو اس کام میں پیش رفت نہیں ہو گی۔

اس کے لئے میں آپ کو ایک حدیث سنا رہا ہوں' حضرت حارث اشعری رضی اللہ عنہ اس کے راوی ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں :

> ((اِنِّيْ اٰمُرُكُمْ بِخَمْسٍ [اَللّٰهُ اَمَرَنِيْ بِهِنَّ] بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ))
>
> (رواہ احمد و الترمذی)
>
> "مسلمانو! میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دے رہا ہوں' اللہ نے مجھے ان کا حکم دیا ہے' یعنی التزام جماعت کا' سننے اور ماننے کا' اور ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کا۔"

اس جدوجہد کے لئے جو جماعت درکار ہے وہ جماعت سمع و طاعت کے نظم والی ہو۔ غزوۂ اُحد میں صرف ۳۵ صحابہؓ سے ذرا سی غلطی ہوئی تھی' حضور ﷺ کے حکم کے خلاف ۳۵ صحابہ نے درے سے جگہ چھوڑ دی تھی تو ۷۰ شہید ہو گئے تھے۔ یہ نظم توڑنے (indiscipline) کی سزا اللہ کی طرف سے دی گئی تھی۔ اس لئے جماعت بھی سمع و طاعت (listen and obey) والی ہو۔ اور وہ جماعت پھر اللہ کی راہ میں ہجرت اور جہاد والی جدوجہد کرے گی۔ درحقیقت اس جماعت کے جہاد اور ہجرت کے نتیجے میں اللہ کا

دین قائم ہو گا۔ یہ ہے وہ دوسری بات کہ بندگی رب یا عبادت کا تقاضا ہے کہ اللہ کی کلی اطاعت کی جائے' اور اگر باطل کا غلبہ ہو تو وہ جزوی اطاعت رہ جاتی ہے 'لہٰذا بقیہ حصے کی تلافی (compensation) کا طریقہ یہ ہے کہ پورے نظامِ زندگی میں دین کا نظام قائم کرنے لئے جدوجہد اور جہاد فی سبیل اللہ کیا جائے۔ اسی کی دعوت دی جائے' اس کے لئے جماعت کا التزام کیا جائے' کیونکہ ایک جماعت کے بغیر یہ کام نہیں ہو گا۔

سمع و طاعت کا مطلب یہ ہے کہ جماعت میں کسی کا حکم ماننا پڑے گا۔ حکم ماننے کے لئے ایثار کرنا پڑتا ہے۔ اگرچہ حکم تو آپ قدم قدم پر مانتے ہیں' مثلاً آپ کہیں ملازم ہیں تو آپ کا کوئی boss ہوتا ہے' آپ اس کا حکم مانتے ہیں۔ اس کی کبھی ڈانٹ ڈپٹ بھی سن لیتے ہیں' لیکن آدمی دین کے لئے یہ کرنے کو تیار نہیں ہے۔ دنیا کے لئے' معاش کے لئے تو انسان یہ سب کچھ کرتا ہے' کیونکہ اس کے نہ کرنے سے تنخواہ بند ہو جائے گی' سبکدوش (dismiss) کر دیا جاؤں گا' میری سالانہ confidential report خراب کر دی جائے گی یا ترقی روک دی جائے گی' لیکن دین کے لئے ہم اپنے نفس کو مارنے کی بات ماننے اور کسی کے سامنے سر جھکانے کو تیار نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی فرضیت کا احساس نہیں ہے۔ نماز کے فرض ہونے کا احساس ہوتا ہے اور امام اللہ اکبر کہتا ہے تو آپ رکوع میں چلے جاتے ہیں۔ آپ اس کا حکم مانتے ہیں۔ اسی طرح اگر امام نے "سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ" کہا ہے اور آپ نے ابھی ٹھیک طرح "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ" بھی نہیں کہا' پھر بھی آپ کو سر اٹھانا پڑے گا۔ یہ تو نماز کا حکم تھا' لیکن اقامت دین کی فرضیت کا چونکہ تصور نہیں ہے اس لئے کسی کو امیر ماننا بڑا گراں گزرتا ہے۔

اقامتِ دین کیلئے مطلوب جماعت کی خصوصیات

اگر یہ بات سمجھ میں آجائے اور دل میں یہ بات پیدا ہو جائے کہ دین قائم کرنا ہماری ذمہ داری ہے اور یہ کام بغیر جماعت کے نہیں ہو گا تو پھر اس جماعت کی تلاش کرنی ہو گی۔ اس سلسلے میں بھی آپ کی مدد کرتا چلوں۔ اس جماعت میں چار بنیادی خوبیاں (cardinal principles) ہونی چاہئیں۔ میں خود ایک جماعت کا سربراہ' داعی اور مؤسس ہوں۔ میرے ساتھ شامل ہوں گے تو میں خوش آمدید کہوں گا' لیکن میں کہتا ہوں کہ پہلے آپ سوچیں' سمجھیں' غور کریں' ڈھونڈیں' تلاش کریں۔ اور یہ سمجھیں کہ یہ

میرا فرض ہے۔ اگر میرے پاؤں کو جوتا چاہئے تو مجھے دکان تلاش کرنا ہے کہ کہاں سے بہترین جوتا ملتا ہے۔ اسی طرح چونکہ یہ میرا فرض ہے کہ میں اقامت دین کی جدوجہد کے لئے کسی جماعت میں شامل ہوں تو اب مجھے بہتر سے بہتر جماعت تلاش کرنی ہے۔ اس کے چار اصول سامنے رہنے چاہئیں :

(۱) اس جماعت کا واضح ہدف (declared goal) یہ ہونا چاہئے کہ یہ کسی جزوی کام کے لئے نہیں ہے' یعنی یہ جماعت سیاسی یا سماجی کام کے لئے نہ ہو' بلکہ یہ خالصتاً اللہ کے دین کے غلبے کے لئے ہو۔ نماز کی تلقین کرنا بھی بڑا نیک کام ہے۔ تمباکو نوشی کے خلاف تلقین بھی بڑا اچھا کام ہے۔ لیکن یہ جماعت صرف اس لئے قائم کی گئی ہو کہ اللہ کے دین کو غالب کرے گی۔ ورنہ سماجی' تعلیمی' تبلیغی' اصلاحی تنظیمیں' انجمنیں اور سوسائٹیاں بے شمار ہیں' مگر وہ اس معیار پر پوری نہیں اترتیں۔

(۲) مذکورہ بالا حدیث کے مطابق اس کا نظم (discipline) سمع و طاعت والا ہو۔ "فَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا" سنو اور اطاعت کرو۔ فرق صرف یہ ہو گا کہ جماعت شریعت کے دائرے سے باہر حکم نہیں دے سکتی۔ شریعت کے دائرے سے باہر حکم دے گی تو "لَا سَمْعَ وَلَا طَاعَةَ" (نہ سنیں گے نہ اطاعت کریں گے)' البتہ شریعت کے دائرے کے اندر اندر جو حکم ہو گا وہ ماننا پڑے گا' چاہے آپ کو پسند ہے یا ناپسند ہے۔ ہاں' اہم امور میں مشورہ ضرور ہو گا' گفتگو ہو گی کہ کیا کرنا چاہئے' کیا نہیں کرنا چاہئے' لیکن فیصلے کا اختیار امیر کے ہاتھ میں ہو گا۔ پھر جو فیصلہ ہو جائے اس پر عمل کرنا ہو گا۔

(۳) اس جماعت کے قائدین سے یہ پوچھا جائے کہ وہ کس طور سے دین کو غالب کرنا چاہتے ہیں؟ الیکشن لڑنا چاہتے ہیں یا کسی وقت تلوار اٹھانا چاہتے ہیں' یا کوئی گوریلا جنگ کرنا چاہتے ہیں؟ یعنی کون سا طریقہ ان کے سامنے ہے۔ یہ بھی پہلے مرحلے میں معلوم کر لیا جائے۔ اس ضمن میں ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ یہ کام صرف طریق محمدیؐ پر ہو گا' کسی اور طریقہ سے دین غالب نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس جماعت پر لازم ہے کہ وہ واضح کرے کہ اس نے جو طریقہ کار اختیار کیا ہے وہ سیرت محمدیؐ سے کس طور سے ماخوذ ہے۔ آیا وہ منہج انقلاب نبویؐ ہے؟ یعنی جس طور سے محمدؐ رسول اللہ ﷺ نے عظیم انقلاب برپا کیا؟ اگر وہ یہ نہیں دکھا سکتے تو ہمارے لئے ان کی کوئی دلیل قابل قبول نہیں۔

(۴) آپ اس جماعت کی قیادت کے قریب ہو کر بھی دیکھ لیں کہ ان کا کردار کیسا ہے؟ جماعت کے عام ارکان میں ہر طرح کے لوگ ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا اس جماعت کی قیادت کو جا کر دیکھیں کہ آیا یہ لوگ واقعتاً مخلص ہیں؟ ان کی زندگیوں کا نقشہ کیا ہے؟ انہوں نے کہیں دوسرے دھندے تو نہیں چلا رکھے ہیں۔ ان کے بڑے بڑے کاروبار تو نہیں، یعنی کہیں دین کے نام پر دنیاداری تو نہیں ہو رہی ہے؟ اپنی امکانی حد تک ان کے خلوص اور اخلاص کو دیکھو۔ ویسے دل میں اتر کر کوئی شخص کسی کو نہیں دیکھ سکتا، البتہ حالات و قرائن سے پرکھا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ مخلص بھی ہیں یا نہیں۔

ان چار شرطوں پر کوئی جماعت پوری ہو جائے تو ایسی جماعت میں شامل ہونا فرض ہے۔ اگر نہیں شامل ہوتے تو آپ مجرم ہیں، کیونکہ آپ کو اللہ کی کامل بندگی کرنا ہے اور بندگی اُس وقت تک ادھوری ہے جب تک زندگی کے جس حصے میں بندگی ممکن نہیں اس کی تلافی کرنے کے لئے اقامتِ دین کی جدّوجہد نہ کی جائے۔ اس کے لئے جماعت ضروری ہے۔ جماعت میں اگر یہ چار معیارات پورے ہو رہے ہیں اور آپ پھر بھی شریک نہیں ہو رہے ہے تو اس کا مطلب ہے کہ یا تو آپ سمجھتے ہیں کہ پوری بندگی کرنی لازم ہی نہیں ہے۔ اگر یہ بات ہے تو بات ختم ہو گئی۔ بصورت دیگر ادھوری بندگی کی تلافی کرنے کے لئے اقامت دین کی جدوجہد کرنے والی جماعت تلاش کرنا پڑے گی۔ اگر کوئی اجتماعیت ایسی مل جائے جو کم از کم ان چار شرائط پر پوری اتر رہی ہے، تو پھر فوراً شامل ہونا چاہئے، ورنہ انسان مجرم ہے۔ یا اس کا مطلب ہے کہ ایسا شخص کام چور ہے، فرائض کی ادائیگی سے فرار چاہتا ہے۔

فرض کیجئے اگر ایسی جماعت نہیں ملتی، یا جو جماعت موجود ہے اس میں خامیاں ہیں، یا کسی جماعت کا واضح گول اقامتِ دین ہی نہیں ہے، وہ محض تبلیغ اور تلقین کرتی ہے یا ان لوگوں کا ہدف صرف مسلک اور فرقے تک محدود ہے، یا یہ کہ جماعت تو ہے لیکن یہ نہیں بتاتے کہ کام کیسے کرنا ہے، کس طریقے سے کرنا ہے اور وہ حضور ﷺ کی سیرت سے کیسے مستنبط ہے اور اس کے ساتھ کسی طور سے مطابقت ہے؟ یا یہ کہ یہ باتیں بڑی اچھی کرتے ہیں، کام بھی بڑا اچھا بتاتے ہیں، لیکن یہ آدمی ہی قابل اعتبار نہیں ہیں، تو اب کیا کریں؟ دیکھئے اللہ نے فرمایا ہے: ﴿ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ ﴾ ”ہم نے اپنی کتاب میں کوئی

کمی نہیں رکھی"۔ اگر آپ کو کوئی جماعت نہیں ملی ہے اور آپ نے ساری جماعتوں کو کھنگال کر علیٰ وجہ البصیرت رد کر دیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے ذہن میں ایک نقشہ موجود ہے کہ جماعت کیسی ہونی چاہئے اور کیا طریقہ ہونا چاہئے تو آپ ایک خود ایک جماعت کے داعی بن کر کھڑے ہوں' کیونکہ آپ بھی تو "خلیفۃ اللہ" ہیں' آپ بھی تو آدم علیہ السلام کی نسل سے ہیں۔ آپ خود کھڑے ہو کر لوگوں کو بلائیں کہ اے لوگو میری طرف آؤ۔ اور اگر لوگ نہیں آتے اور آپ اس کی دعوت دیتے رہتے ہیں تو آپ اکیلے ہی جماعت کے حکم میں ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اگر آپ لق و دق صحرا میں سفر کر رہے ہوں اور نماز کا وقت ہو جائے تو یہ بہت افضل ہے کہ وہاں آپ اذان بھی دیں چاہے کوئی سننے والا نہیں ہے اور کوئی بھی نماز پڑھنے نہ آئے تو پھر بھی اقامت کہیں' اور پھر جیسے امامت ہوتی ہے امامت شروع کر دیں تو آپ اکیلے ہی جماعت کا ثواب حاصل کر لیں گے۔ بعینہٖ اقامتِ دین کے کام سے فارغ رہ جانا اور اپنے دھندے' کاروبار اور ملازمت میں زندگی بتا دینا' جبکہ باطل کا غلبہ ہے اور ہم باطل کی سربراہی میں رہ رہے ہیں' تو میں بہت سخت بات کہہ رہا ہوں کہ آپ کی یہ نماز بھی زیرو سے ضرب کھا جائے گی اور زیرو ہو جائے گی۔ میرے نزدیک اس کے سوا کوئی راستہ نہیں کہ جتنے دین پر عمل کر سکتے ہو اس پر تو لازماً کرو اور بقیہ کے لئے جدوجہد اور جہاد کرو اور اس کے لئے کسی جماعت کے اندر شامل ہو جاؤ۔ جماعت اگر مل جائے تو اسے غنیمت سمجھو' اسے اللہ کا احسان اور اللہ کا فضل سمجھو کہ میں اس جماعت میں شامل ہو گیا ہوں۔ اور اگر ایسی جماعت نہ ملے تو جماعت بناؤ اور خود کھڑے ہو جاؤ۔ ایک شخص بھی مل جائے تو ایک اکیلا دو گیارہ کے مصداق ایک امیر اور ایک مامور ہو کر دین کے لئے جدوجہد کرو' کیونکہ ایک امام اور ایک مقتدی ہو تو نماز کی جماعت ہو جاتی ہے۔

جماعت سازی کی بنیاد کیا ہو؟

اب میں تیسرے مرحلے پر آ رہا ہوں۔ دنیا میں جماعت بنانے کے بہت سے طریقے ہیں جن میں ایک طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس کے اغراض و مقاصد طے ہوتے ہیں' قواعد و ضوابط بنائے جاتے ہیں' پھر دعوت دی جاتی ہے کہ جس جس کو قبول ہے وہ آ جائے اور فارم پُر کر دے۔ یہ ممبر بعد میں صدر چنیں گے' سیکرٹری بنائیں گے' دو سال کے بعد پھر

انتخابات ہوں گے' وغیرہ وغیرہ۔ یہ چیزیں اِس دور کی پیداوار ہیں جن کا ذکر نہ قرآن میں ہے' نہ حدیث میں' نہ سیرت و سُنّت میں اور نہ ہی اسلامی تاریخ میں۔ یہ تو مغربی تہذیب میں جماعت بنانے کی صورتیں ہیں۔ کیونکہ جب انگریز یہاں آیا ہے تو جو چیزیں وہ لے کر آیا ان ہی میں یہ آرگنائزیشن بنانے کا طریقہ بھی ہے۔ میں اسے حرام نہیں کہتا' یہ مباح اور جائز ہے۔ کسی چیز کو حرام کہنے کے لئے کوئی مثبت دلیل چاہئے' یعنی کتاب و سنّت میں اس کی نفی کی گئی ہو۔ لیکن ہمارے پاس ایک طریقہ وہ ہے کہ جس کا ذکر قرآن' سیرت' سُنّت اور ساری اسلامی تاریخ میں ہے۔ جو عقل اور منطقی دلائل کے اعتبار سے بھی بہترین طریقہ ہے۔ جماعت سازی کے لئے وہ بیعت کا نظام ہے۔ سورۂ توبہ میں اس کا تذکرہ آیا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ اشۡتَرٰى مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اَنۡفُسَهُمۡ وَاَمۡوَالَهُمۡ بِاَنَّ لَهُمُ الۡجَنَّةَ ﴾ "یقیناً اللہ نے اہل ایمان سے ان کی جانیں اور ان کے مال جنت کے بدلے میں خرید لئے ہیں"۔ اسی آیت کے آخر میں آیا: ﴿ فَاسۡتَبۡشِرُوۡا بِبَيۡعِكُمُ الَّذِىۡ بَايَعۡتُمۡ بِهٖ ﴾ "پس خوشیاں مناؤ اپنی اس بیع پر جو تم نے اللہ سے کی ہے"۔ پھر سورۂ فتح میں آیا ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيۡنَ يُبَايِعُوۡنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوۡنَ اللّٰهَ ؕ يَدُ اللّٰهِ فَوۡقَ اَيۡدِيۡهِمۡ ﴾ "یقیناً جو لوگ (اے نبیؐ) آپ سے بیعت کر رہے تھے وہ درحقیقت اللہ سے بیعت کر رہے تھے' ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ تھا"۔ اسی سورۃ میں یہ بھی آیا ہے: ﴿ لَقَدۡ رَضِىَ اللّٰهُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذۡ يُبَايِعُوۡنَكَ تَحۡتَ الشَّجَرَةِ ﴾ "اللہ مومنوں سے خوش ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے"۔ خواتین کی بیعت کا ذکر سورۂ ممتحنہ میں آیا ہے۔ اس اعتبار سے قرآن مجید میں بیعت کا چار جگہ ذکر ہے۔ جبکہ بیعت سے متعلق احادیث بے شمار ہیں۔

بیعت کیا ہے؟ کسی شخص کے ساتھ یہ معاہدہ کرنا کہ میں آپ کو امیر مانتا ہوں' آپ جو حکم دیں گے اسے مانوں گا' اِلاّ یہ کہ شریعت کے خلاف کوئی حکم دیں۔ باقی یہ کہ میں آپ کو مشورہ دوں گا' اگر آپ کو مشورہ اچھا لگے تو آپ قبول کرلیں اور اچھا نہ لگے تو رد کر دیجئے' میں صرف مشورہ دوں گا فیصلہ آپ کا ہی ہو گا۔ یہ بیعت ہے۔ اس بیعت کا قرآن و حدیث میں ذکر ہے۔ لٰہذا یہ منصوص و مسنون ہے۔ پوری سیرت کے اندر ہمیں بیعت کا نظام ملتا ہے۔ خلافت کی بنیاد بھی بیعت پر تھی۔ اس اعتبار سے یہ ماثور بھی ہے۔ اس کے بعد اسلامی تاریخ میں کم سے کم ۱۳ سو برس تو ایسے ہیں کہ جس میں کسی اجتماعی

ادارے کی بیعت کے سوا کوئی اور بنیاد تھی ہی نہیں۔ حکومت تھی تو بیعت کی بنیاد پر' جہاد و قتال تھا تو بیعت کی بنیاد پر۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ میدان میں آئے تو انہوں نے بیعت لی۔ یہ دوسری بات ہے کہ کوفیوں نے ڈر کے مارے بیعت توڑ دی۔ اس کا سارا وبال انہی پر آئے گا۔ ﴿ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ﴾ حضرت حسینؓ پر اس کا کوئی الزام نہیں۔ انہوں نے بیعت لی تھی کہ آؤ میرے ساتھ' تاکہ یہ غلط نظام جو قائم ہو رہا ہے اسے ابھی سے ختم کر دیں۔ پھر ملوکیت قائم ہوئی تو بیعت کی بنیاد پر ہوئی' ہمارے صوفیاء کے ہاں تزکیۂ نفس کا سلسلہ شروع کیا گیا تو وہ بھی بیعت کی بنیاد پر شروع ہوا۔ آج بیعت صرف اسی درجے میں رہ گئی ہے۔ جماعتی بیعت تو ختم ہی ہو گئی ہے' صرف پیری مریدی کی بیعت رہ گئی ہے اور وہ بدقسمتی سے بدنام بھی ہو گئی ہے۔ لیکن یہ کہ پچھلی صدی میں سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کیا تو بیعت کی بنیاد پر کیا۔ مہدی سوڈانی نے انگریزوں سے جنگ کی تو بیعت کی بنیاد پر کی تھی۔ سنوسی نے لیبیا میں اگر اطالویوں کے خلاف جہاد کیا تو بیعت کی بنیاد پر کیا۔ روسیوں کے خلاف امام شاملؒ نے بھی بیعت کی بنیاد پر جہاد کیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ آج جماعتی سطح پر ہم نے اس سنت کو زندہ کیا اور تنظیم اسلامی بیعت کے نظام پر قائم کی۔ بعینہٖ حکومتی سطح پر بیعت افغانستان میں زندہ ہوئی ہے' کیونکہ اِس وقت افغانستان میں حکومت بیعت کی بنیاد پر قائم ہے۔ گویا بیعت کا تنظیمی سلسلہ جماعت بنانے کیلئے دوسرے سلسلوں کے مقابلے میں قرآن و حدیث' سیرت اور ہماری پوری تاریخ میں مذکور ہے۔ باقی یہ کہ اس کیلئے بے شمار عقلی دلائل بھی ہیں' جنہیں میں اس موقع پر بیان نہیں کر رہا۔

اب سمجھئے کہ یہ بیعت کیا ہے؟ اس کی تھوڑی سی وضاحت کر دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت بنانے کے لئے جو بیعت لی تھی وہ بیعت کیا تھی؟ اگرچہ اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی بیعت بھی لیتے تھے۔ جس نے کہا "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ" تو بیعت ہو گئی۔ یہ بیعتِ اسلام ہے۔ کبھی آپؐ نے یہ وعدہ بھی کیا کہ ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرو گے' یہ بھی آپؐ نے بیعت لی۔ لیکن ایک بیعت آپؐ نے جماعت بنانے کے لئے لی ہے۔ یہ بخاری اور مسلم شریف میں متفق علیہ روایت ہے۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

((بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِى الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ

وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَعَلٰی اَثَرَةٍ عَلَیْنَا وَعَلٰی اَنْ لاَّ نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ وَعَلٰی اَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ اَیْنَ مَا کُنَّا لاَ نَخَافُ فِی اللّٰہِ لَوْمَةَ لاَئِمٍ))

"ہم نے اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت کی کہ آپ کا ہر حکم مانیں گے اور اس کی اطاعت کریں گے، مشکل میں بھی اور آسانی میں بھی، اس حال میں بھی کہ ہماری طبیعتیں آمادہ ہوں اور اس حال میں بھی کہ ہماری طبیعتیں آمادہ نہ ہوں، اور چاہے آپ دوسروں کو ہم پر ترجیح دے دیں۔ (ہم یہ نہیں کہیں گے کہ ہم آپؐ کے پرانے خادم تھے اور آپ نے ایک نووارد کو امیر بنا دیا۔) پھر جن کو بھی آپؐ ذمہ دار بنائیں گے ان سے جھگڑیں گے نہیں، (ان کا کہنا مانیں گے اور ان سے تعاون کریں گے۔) ہاں، جو بات حق سمجھیں گے ضرور کہیں گے اور اور اس معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کے خوف سے اپنی زبان بند نہیں رکھیں گے۔"

یہ متفق علیہ روایت ہے۔ حضور نے اس کی بنیاد پر صحابہ رضی اللہ عنہم کو منظم کیا اور جماعت بنائی۔ آج جو جماعت ہماری تنظیم اسلامی کی طرح بنے گی، اس میں ایک اضافہ ہو گا کہ اب سمع و طاعت فی المعروف کی بیعت ہو گی۔ حضور ﷺ تو جو حکم دیتے تھے وہ ماننا لازم تھا۔ اس لئے کہ آپؐ تو غلط حکم دے ہی نہیں سکتے تھے۔ اللہ کے رسول معصوم ہوتے ہیں۔ شریعت تو آپ ﷺ ہی نے بنائی تھی، آپؐ شریعت کے خلاف حکم کیسے دے سکتے تھے، آپؐ تو خود شریعت تھے ؏

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست!

وہاں تو مکمل اتباع لازمی تھا کہ آپؐ جو بھی حکم دیں وہ ماننا ہے۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ کبھی صحابہؓ پوچھ لیتے تھے کہ ہمیں کچھ مشورہ عرض کرنے کی اجازت ہے؟ جب حضور ﷺ فرماتے کہ مشورہ دے سکتے ہو تو وہ مشورہ دیتے۔ اسی طرح حضور ﷺ نے کئی مرتبہ اپنی بات بدل دی اور لوگوں کا مشورہ قبول کر لیا۔ غزوۂ بدر میں جہاں آپؐ نے فرمایا تھا کہ یہاں خیمے لگا دو اور فوج کا پڑاؤ ڈال دو، اُس وقت کچھ صحابہؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا: حضور ﷺ! اگر یہ وحی کے ذریعے حکم ہوا تو سرِ تسلیم خم ہے، اور اگر آپؐ کی ذاتی رائے ہے تو پھر آپؐ اجازت دیں تو ہم کچھ عرض کریں۔ حضور ﷺ نے

فرمایا : کہو' تو انہوں نے فرمایا: ہمارے خیال میں جنگی نقطۂ نظر سے دوسری جگہ ہمارے کیمپ کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ آپؐ نے ان کی بات مان لی اور فرمایا "ٹھیک ہے' خیمے اکھاڑو اور وہاں جا کر لگا دو۔ وہ تجربہ کار لوگ تھے' حضور ﷺ نے تو کسی جنگ میں حصہ لیا ہی نہیں تھا' جبکہ ان لوگوں کی زندگی ہی جنگوں کے اندر گزرتی تھی' لہٰذا حضور ﷺ نے لوگوں کے مشوروں کو قبول بھی کیا ہے۔ لیکن جہاں حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں' ایسا ہی کرو جیسا میں نے کہا ہے تو وہ ماننا لازم ہے۔ لیکن حضور ﷺ کے بعد جو جماعت بنے گی تو اس کی بیعت "عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْمَعْرُوْفِ" ہوگی' یعنی معروف کے اندر اندر دین و شریعت کے اندر اندر رہتے ہوئے ہر حکم ماننا ہوگا۔ اگر کوئی امیر کہے کہ تمہیں نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے تو اس امیر اور اس کی جماعت سے دُور رہنے ہی میں عافیت ہے' کیونکہ اب دین کے اندر کوئی ترمیم نہیں کر سکتا' اب دین مکمل ہو چکا ہے۔ بالفاظِ قرآنی ﴿ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ﴾ اب دین میں کوئی تغیر و تبدّل نہیں کر سکتا۔ ہاں' دین کے اس دائرے کے اندر امیرِ جماعت جو حکم دے وہ ماننا ہوگا۔

بیعت کے ضمن میں ایک بڑی اہم حدیث ملاحظہ فرمایئے۔ یہ مسلم شریف کی روایت ہے' جس کے راوی حضرت عمرؓ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا : ((مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً)) "جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں بیعت کا قلادہ نہیں ہے تو وہ جاہلیت کی موت مرا"۔ یعنی جیسے آپ نے بکری کے گلے میں رسّی ڈالی ہوئی ہے اور رسّی پکڑ کر چل رہے ہیں' یہ بیعت ایسی چیز ہے۔ آپ نے جس کے ہاتھ پر بیعت کی گویا آپ نے اپنی رسّی اس کے ہاتھ میں دے دی ہے۔ اگر ایسا نہیں اور موت آ گئی تو وہ جاہلیت کی موت ہے' اسلام کی موت نہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ دیکھئے دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں' یا تو اسلام کا نظام قائم ہے اور نظامِ خلافت برپا ہے۔ اس صورت میں خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت ہوگی۔ اگر نہیں ہے تو پھر اس نظام کو قائم کرنے کے لئے محنت کرنی پڑے گی' جیسی "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ" نے کی تھی۔ اور جب دین کا نظام قائم کرنے کے لئے محنت کریں گے تو اس کے لئے جماعت درکار ہوگی۔ اس صورت میں جو جماعت کا امیر ہوگا اس کے ہاتھ پر بیعت ہوگی۔ اس کے سوا تیسری کوئی شکل نہیں ہے۔

تیسری شکل تو وہی ہے جو آج کل ہمارا معاملہ ہے' کہ نہ کسی کو اقامتِ دین کی فرضیت کا احساس ہے اور نہ ہی جماعت کی ضرورت کا۔ بس نماز' روزے وغیرہ پر قناعت کر کے بیٹھے ہوئے ہیں کہ یہی کل دین ہے۔ چونکہ اقامت دین کی فرضیت کا احساس نہیں ہے تو بیعت کی کیا ضرورت ہے؟ جماعت کی کیا ضرورت ہے؟ حالانکہ بندگی ہمہ وقت' ہمہ تن کرنی لازم ہے۔ ؎

زندگی آمد برائے بندگی زندگی بے بندگی شرمندگی

جزوی بندگی اللہ کے ہاں قبول نہیں ہے۔ لیکن آج ہم سب کی بندگی تو جزوی ہے' لہٰذا جو حصّہ رہ گیا ہے اس کی تلافی کے لئے دین کی جدوجہد میں تن من دھن کا بیشتر اور بہتر حصّہ لگانا ہو گا اور یہ بغیر جماعت کے ممکن نہیں ہے۔

میں نے چند باتیں درجہ وار آپ کے سامنے رکھیں۔ لہٰذا ہر شخص کو غور و فکر کرنا چاہئے کہ بندگی رب کا تقاضا کیا ہے؟ "شہادت علی الناس" کا مطلب کیا ہے؟ اقامتِ دین کا مفہوم کیا ہے؟ اور یہ کہ حضور ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ دنیا میں دوبارہ دین کا غلبہ ہو گا جو عالمی ہو گا' اس کے لئے جدوجہد کے بارے میں ہمیں سوچنا ہے۔ اگرچہ اس سلسلے میں قیام پاکستان سے پہلے اور بعد کچھ کام ہوا ہے' علامہ اقبال نے کچھ کام کیا ہے' مولانا آزاد نے کام کیا ہے' مولانا مودودی نے کام کیا ہے' جماعت اسلامی نے کام کیا ہے اور اب تنظیم اسلامی کام کر رہی ہے' لیکن آپ دوسری جماعتوں کا بھی مشاہدہ کیجئے اور ان تمام چیزوں پر غور کر کے' سوچ سمجھ کر یک سُو ہو کر فوری فیصلہ کریں اور کسی جماعت میں شمولیت اختیار کر لیں۔ سوچیں اور پرکھیں ضرور' لیکن اس کام کو ڈھیلا چھوڑ دینا اور اس کو تاخیر و تعویق میں ڈال دینا درست نہیں' کیونکہ شیطان کا سب سے بڑا ہتھکنڈا یہ ہے کہ وہ انسان کو تسلی دیتا رہتا ہے کہ ابھی بڑا وقت ہے' دین کا کام ہوتا رہے گا' پہلے ذرا بچوں کی شادیاں کر لوں یا دنیا کے دوسرے کام نمٹا لوں' ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے آپ کو ضرور دین کے لئے وقف کر دوں گا۔ شیطان انہی ہتھکنڈوں سے انسان کو حق کی طرف آگے بڑھنے سے روکتا رہتا ہے' یہاں تک کہ اسے موت آلیتی ہے۔ چنانچہ سنجیدگی سے غور کیجئے' اور جب کسی نتیجے پر پہنچ جائیں تو فیصلہ کرنے میں دیر نہ کیجئے' کیونکہ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ ؏ سامان سو برس کا ہے پل کی خبر نہیں!

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○○

افاداتِ علی میاںؒ

مقامِ انسانیت

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

برصغیر پاک و ہند کے نامور عالم دین اور بزرگ ترین دینی رہنما مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ جو "علی میاں" کے نام سے جانے جاتے تھے' گزشتہ ماہ رحلت فرما گئے۔ کسی بھی معروف شخصیت کی وفات پر یہ جملہ اگرچہ بالعموم رسماً کہا جاتا ہے کہ "ان کی وفات سے پیدا ہونے والے خلا کو مدتوں پر نہ کیا جا سکے گا" لیکن مولانا علی میاںؒ فی الواقع ان ہمہ صفت رجال دین میں سے تھے کہ جن کے علم و فراست ہی نہیں تقویٰ و تدین میں بھی کوئی ثانی دور دور نظر نہیں آتا۔ اس بلند پایہ اور درویش صفت عالم دین کی وفات جو اپنے تبحر علمی اور عربی دانی کے باعث عالم عرب میں بھی اتنے ہی معروف اور مقبول تھے جتنا کہ برصغیر پاک و ہند میں' واقعتاً "موتُ العالِم" کا درجہ رکھتی ہے۔ ع "آسماں ان کی لحد پہ شبنم افشانی کرے!" اللھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی رحمتک

مولاناؒ کی مستقل سکونت اگرچہ لکھنؤ (انڈیا) میں تھی تاہم امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کو متعدد بار مولاناؒ سے ملاقات اور تبادلہ خیال کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا مرحوم جب پاکستان کا دورہ فرماتے تو امیر تنظیم باہتمام ان سے ملاقات کرتے۔ امیر تنظیم جب بھی ہندوستان جاتے تو وہاں بھی مولاناؒ سے ملاقات کی کوشش کرتے۔ مولانا بھی جواباً بہت شفقت فرمایا کرتے تھے۔ دسمبر ۸۵ء میں امیر تنظیم کے دورۂ ہند کے موقع پر راقم بھی ان کے ہمراہ تھا۔ ہمارا قیام دہلی کی بستی نظام الدین میں مولانا وحید الدین خان صاحب کے ہاں تھا۔ حسن اتفاق سے مولانا علی میاںؒ بھی وہیں اپنے کسی معتقد کے ہاں قیام پذیر تھے۔ یوں مولانا سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ مولانا کا رویہ حسب معمول نہایت مشفقانہ اور محبت آمیز تھا۔ ۱۹۹۱ء میں انڈیا کے سفر کے موقع پر امیر تنظیم' مولاناؒ سے ملاقات کیلئے باہتمام لکھنؤ تشریف لے گئے۔ تکیہ شاہ عالم اللہ میں مولاناؒ سے تفصیلی ملاقات کا موقع میسر آیا۔ امیر تنظیم اسلامی کی شدید خواہش ہے کہ وہ مولاناؒ کی شخصیت اور ان سے اپنی ملاقاتوں کے حوالے سے ایک مفصل مضمون تحریر فرمائیں۔ توقع ہے کہ آئندہ شمارے کی اشاعت تک ان کا یہ عزم سعی سے دمساز ہو سکے گا۔ ذیل میں مولانا کی ایک دقیع تحریر افادۂ عام کیلئے پیش خدمت ہے۔ (عاکف سعید)

انسان اور جانور کا فرق

دوستو اور بھائیو! جانوروں اور انسانوں میں ایک بہت بڑا فرق ہے' اور وہ یہ کہ جانوروں میں اپنی حالت سے بے اطمینانی اور اپنی زندگی کی ترقی کی کوئی صلاحیت نہیں ہوتی' لیکن انسان اس کا احساس رکھتا ہے۔ ہم اور آپ اپنی زندگی سے غیر مطمئن ہیں۔ اس بے اطمینانی کو عام طور پر برا سمجھا جاتا ہے' لیکن اگر یہ بے اطمینانی جو انسان کا جوہر ہے' ختم ہو جائے تو پھر زندگی کی خوبی اور دلچسپی ختم ہو جائے۔ ہر شخص زندگی کی شکایت کرتا ہے' اور اکثر گفتگو اس بے اطمینانی پر ہوتی ہے' مگر اس کو دور کرنے کی فکر اور اس کے اسباب پر غور کرنے کی تکلیف بہت کم لوگ گوارا کرتے ہیں' کیونکہ یہ ایک ذمہ داری کی چیز ہے' اور انسان ذمہ داری سے گھبراتا ہے۔

اگر کسی مشین یا ایک گھڑی میں خرابی ہو جائے تو اس کو گرانے اور پٹخنے سے وہ درست نہیں ہوتی' بلکہ اس کو آسانی اور سہولت سے درست کرنے ہی سے کام چلتا ہے۔ اسی طرح غور کرنا ہے کہ اِس وقت انسانیت کی چول تو اپنی جگہ سے ہٹی ہوئی نہیں ہے اور یہ سارا بگاڑ اور بے اطمینانی انسانیت کی پستی ہی کا نتیجہ تو نہیں ہے' جس کے ذمہ دار ہم اور آپ ہیں۔

انسان کے لئے سب سے محبوب اپنی ذات ہے

انسان کو سب سے زیادہ اپنی ذات سے محبت ہے' اور جس سے جتنی دلچسپی ہے وہ اپنی ذات کے تعلق کی بناء پر۔ ہر محبت میں انسان کی اپنی ذات چھپی ہوتی ہے' اور اس کو دیکھنے کے لئے ایک خوردبین کی ضرورت ہے۔ محبت کے فلسفہ پر غور فرمایئے کہ کسی شخص کو آپ سے محبت ہے تو یقیناً آپ کو بھی اس سے محبت ہو گی۔ اولاد' بھائیوں اور دوستوں کی محبت میں درحقیقت انسان کی اپنی محبت کام کرتی ہے۔ انسانی محبت کے لئے سائیکلوجیکل خوردبین کی ضرورت ہے۔ اگر انسان کو اپنی ذات سے محبت نہ ہو تو یہ سارا نظامِ عالم درہم برہم ہو جائے۔ اب تو یہ تسلیم کیا جا رہا ہے کہ قوتِ کشش کا فلسفہ بھی دراصل ایک تعلق اور محبت کا رشتہ ہے' جو نظامِ شمسی کو قائم رکھتا ہے' اس دنیا میں جو رونق اور رنگینی اور چہل پہل معلوم ہوتی ہے وہ سب انسان کی اپنی ذات سے دلچسپی رکھنے کا نتیجہ ہے۔ اگر انسان کو اپنی ذات سے دلچسپی نہ ہو تو بازار' کارخانے اور کاروباری سرگرمیاں سرد پڑ جائیں' کیونکہ ذاتی دلچسپی تو کسی چیز سے نہیں' بلکہ انسان کو اپنی ذات کا عشق دوسری چیزوں سے تعلق اور محبت پر مجبور کرتا ہے۔ یہ لاکھوں برس کی پرانی اور فطری حقیقت ہے۔ اس دنیا میں جو کچھ طاقت' زینت اور

نظام آپ دیکھتے ہیں' یہ اسی کا نتیجہ ہے کہ انسان اپنی ذات سے دلچسپی رکھتا ہے۔ انسان اس دنیا کا مرکز ہے اور ساری چیزیں اس کے گرد گھوم رہی ہیں۔ اگر انسان اپنی ذات سے دلچسپی نہ رکھے اور اس کو فراموش کردے' اپنی حقیقت سے ناواقف ہو اور اپنی ذات کو بھول جائے تو بڑی انارکی پھیل جائے اور بڑی ابتری اور بد نظمی رونما ہو۔

ایک ذہنی طاعون

انسان کے لئے سب سے ضروری چیز یہ ہے کہ وہ اپنی حقیقت کو سمجھے' اپنی حیثیت کو پہچانے اور یہ جانے کہ یہ ساری دنیا میرے لئے بنائی گئی ہے اور انسان ہی اس دنیا کی پیدائش کا مقصد ہے۔ ذریعہ کو ذریعہ اور مقصد کو مقصد سمجھنا چاہئے۔ انسانی تاریخ کا یہ ایک بحرانی دَور اور ذہنی پلیگ ہے کہ وہ اپنی ذات کو فراموش کردے' اپنے مقصود اور وسائل و ذرائع کو الگ الگ نہ پہچانے اور ذرائع کو مقصود سمجھے۔ انسان پر خود فراموشی کا طاری ہونا ایک خطرناک بیماری ہے' جب کہ وہ یہ بھلا دے کو وہ کس مقام پر رکھا گیا تھا' اور اس کی کیا حیثیت اور ذمہ داری ہے' اسے کون سا پارٹ ادا کرنا ہے اور اس کا اس عالم سے کیا تعلق ہے۔

اس زمانہ میں ایک خاص قسم کا ذہنی پلیگ پھیلا ہوا ہے' جو مشرق سے مغرب تک ہے۔ بظاہر تو انسان اپنی ذات سے اس قدر دلچسپی اس زمانہ میں رکھتا ہے۔ اس کے لئے جو محنتیں اور کوششیں کر رہا ہے اور جو ایجادات' اختراعات اور مصنوعات سامنے آرہی ہیں' وہ یہ دھوکہ دیتی ہیں کہ انسان کو اپنی ذات سے جس قدر دلچسپی اس زمانہ میں ہے ایسی دلچسپی کسی زمانہ میں نہیں رہی۔ انسان پچھلے دَور میں گویا سویا ہوا تھا' اب جاگا ہے۔ زندگی کو جیسا پُر تکلف اور راحت آشنا بنا دیا گیا ہے وہ یہ دعویٰ کرتی ہے کہ انسان کو اپنی ذات سے اِس وقت ہمیشہ سے زیادہ دلچسپی ہے۔ انسان اپنی ذات کے لئے جو ذہانتیں دکھا رہا ہے اور جو قوتیں استعمال کر رہا ہے' ایسا تاریخ میں کبھی نہیں ہوا اور اب بظاہر انسان کو اپنی ذات سے بے انتہا شیفتگی ہے۔ لباس نئے نئے' کھانے عجیب و غریب اور راحت و سہولت کے کتنے ذرائع نکل آئے ہیں۔

اس زمانہ کی خود فراموشی

میں یہ عرض کروں گا کہ دراصل انسان نے اپنی ذات' اپنی آدمیت' اپنے جوہر' اپنے اصل ذائقہ اور اپنی حقیقی لذت کو جس قدر اس زمانہ میں بھلایا ہے۔ ایسا کبھی نہیں بھلایا تھا' انسان اس وقت سب سے کم اپنی ذات اور اپنے ذاتی مسائل پر غور کرتا ہے اور جو چیزیں اس

کے لئے پیدا کی گئی تھیں اس پر اپنی زندگی کو قربان کر رہا ہے۔ ظاہری چیزیں' جھوٹے تقاضے اور بیرونی لذتیں اس پر ایسی حاوی ہو چکی ہیں کہ وہ اپنے باطن اور اپنی حقیقت کو بالکل فراموش کرچکا ہے۔

یہ دَور دراصل دو متضاد پہلو رکھتا ہے' ایک ظاہر اور دوسرا باطن۔ اگر پرکھ کر دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ اس مادی ترقی کے دَور میں انسان نے اپنے روحانی جوہر اور حقیقی مقصد اور زندگی کی اصل لذت کو بالکل بھلا دیا ہے' جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ اور لطف یہ کہ اپنے فرض کو نہیں پہچانتا' اپنی بیماری کو سنجیدگی سے نہیں سوچتا۔ اس کے ذرائع' مقاصد بن گئے ہیں۔ انسان ان چیزوں پر کیسے مر رہا ہے جو اسی کے لئے ہیں' ذرا غور کیجئے! انسان اپنی ذات سے واقف ہے؟ اپنی زندگی کا جائزہ لیجئے! کیا انسان اپنی حقیقی راحتوں کو یاد کرتا ہے؟ ہرگز نہیں' بلکہ انسان پر ایک جنون طاری ہے' اور وہ ایک عجیب کھیل کھیل رہا ہے۔ صبح سے شام تک ایک چکر میں رہتا ہے' جانوروں سے زیادہ محنت کرتا ہے۔ بہت سے انسان ایسے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو روپیہ ڈھالنے کی مشین سمجھ رکھا ہے۔

لاحاصل کوشش

میرے بچپن میں بچے ایک کھیل کھیلا کرتے تھے کہ بڑھیا بڑھیا کیا ڈھونڈ رہی ہے؟ جواب ملتا تھا: سوئی' سوئی کا کیا کرے گی؟ جواب ملتا تھا: تھیلی سیوں گی' تھیلی کا کیا کرے گی؟ جواب ملتا تھا: روپیہ رکھوں گی' روپیہ کا کیا کرے گی؟ جواب ملتا تھا: گائے خریدوں گی' گائے کا کیا کرے گی؟ جواب ملتا تھا: دودھ پیوں گی' اُدھر سے جواب ملتا تھا: دودھ کے بدلے "موت"۔ آج ساری دنیا یہی کھیل کھیل رہی ہے۔ ساری دنیا اپنی محنتوں کے صلہ میں جو حاصل کرنا چاہئے تھا اس کے بجائے بے مقصد اور غیر حقیقی چیزوں میں الجھ کر رہ گئی ہے۔ انسان تعلیم حاصل کرتا ہے اور تعلیم اس لئے کہ روپیہ کمائے اور روپیہ اس لئے کہ آرام پائے۔ یہ ایک مسلسل زنجیر ہے' جس میں سارے انسان جکڑے ہوئے ہیں۔ انسان جس کے لئے سب کچھ کرتا ہے اس کو بھول جاتا ہے۔ آج حقیقی مقاصد زندگی بالکل فراموش کئے جا چکے ہیں۔ زندگی کا سارا سفر اگر دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ انسانیت جس کے لئے چلی تھی' وہ اس کا راستہ نہیں۔

سکہ کی انسان پر حکومت

سکہ کس لئے ہے؟ اس کی قیمت یہی تو ہے کہ انسان اس سے کام لے۔ آپ نے بے

جان سکہ میں جان ڈالی' مگر سکہ کے یہ معنی تو نہیں کہ آپ اس سے عشق کریں۔ اس سے جو کام لینا چاہیئے تھا وہ نہیں لیا جاتا' بلکہ سکہ اس وقت انسان پر حکومت کر رہا ہے۔ اس سکہ کے لئے دنیا میں دو بڑی لڑائیاں ہوئیں۔ آپ نے عہدوں' کوٹھیوں اور کرسیوں کو اپنے اوپر حکمران بنا لیا۔ انسان نے انسانوں کے خلاف خوفناک ہتھیار استعمال کئے' انسان نے انسانیت سے سرکشی کی' بغاوت کی' جس کے نتیجہ میں انسان کو انسان سے ہزار گنا ادنیٰ چیزوں کو اپنا حکمران بنانا پڑا۔ وہ چیزیں جن میں زندگی نہیں' لوچ نہیں' کوئی برتری نہیں' وہ انسان پر مسلط ہیں۔ یہ ایک عجیب اور عبرت ناک حال ہے کہ اشرف المخلوقات پر اس کے بنائے ہوئے قانون اور بے جان اشیاء حکومت کریں۔

ذرائع مقاصد بن گئے

اس دنیا میں اکثر انسان ایسے ہیں جن کو یاد نہیں کہ ان کا مقام اور مقصد حیات کیا ہے۔ جو چیزیں انسان کے مقاصد کا صرف ذریعہ ہیں اُن پر ایسی محنتیں کی جا رہی ہیں کہ گویا وہی اصل مقاصد ہیں۔ اصل مقاصد کو بھلا کر انسان ہوس کے جال میں پھنسا ہوا ہے۔ انسان چاہتا ہے کہ دوسروں پر حکومت کرے' لیکن جب ایک کو دوسرے پر فتح ہوتی ہے تو اس پر دوسری چیزیں حکومت کرتی ہیں۔ ایک قوم کیا ایک فرد بھی گوارا نہیں کرتا کہ اس پر دوسرا حکومت کرے' مگر انسان سے ہزار درجہ پست چیزوں کو' مثلاً کپڑوں کو' کوٹھیوں کو' روپیہ کو آج ہم نے اپنے اوپر حکمران بنا رکھا ہے۔ انسان پر آج خواہشات کی' اپنے بنائے ہوئے قانون کی اور جمادات کی حکومت ہے' حالانکہ ان چیزوں میں ہرگز کوئی جاذبیت نہیں اور وہ ہرگز ہمارا مقصود بننے کے قابل نہیں' مگر ہم نے جمادات کو ترجیح دی انسانوں پر۔ ہم نے نباتات کو انسان سے افضل سمجھا' حالانکہ ہم میں آج لاکھوں انسان حقیقی آرام سے محروم ہیں' اور اس کی وجہ یہی ہے کہ انسان نے انسانیت کو فراموش کر دیا اور اس پر ایک خود فراموشی طاری ہے۔

یقیناً ہم لوگ بھول چکے ہیں کہ ہمارا اصل مقام کیا ہے۔ ہماری غلط روش ہی سے ساری دنیا میں آج انتشار ہے۔ آج ہم عہدوں کے لئے جان دیتے ہیں اور اپنی حقیقی عزت اور اصل راحت کو فراموش کر چکے ہیں۔ جغرافیہ کس لئے ہے' اگر اس دنیا میں انسان نہ پیدا ہوتا تو تاریخ و جغرافیہ کی کیا ضرورت تھی۔ سارے علوم و فنون انسان ہی کے لئے تو ہیں' پھر یہ کیا ہے کہ انسان اپنی پوزیشن نہیں سمجھتا اور اپنی حقیقت سے دور ہوتا چلا جا رہا ہے۔ آپ کا اس دنیا سے کیا علاقہ ہے' ہم کس لئے آئے' کیا ہم اس دنیا میں اس لئے بھیجے گئے کہ دریاؤں پر دوڑیں اور ہوا میں اڑیں' اور مادی ترقیوں کو اپنا مقصد حیات بنالیں۔ ہماری زندگی کا جو لباس ہے

اس میں برابر جھول پڑتے جارہے ہیں' اور دامن انسانیت آج تار تار ہے۔ ؎ تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم!

خدا کے برگزیدہ بندے' جنہیں پیغمبر کہتے ہیں' دنیا میں اسی لئے آئے کہ انسان کو اس کا مقام اور مقصد زندگی بتلائیں۔ اور انہوں نے ایک موٹا اصول بتلایا کہ انسان اللہ کے لئے بنایا گیا ہے' اور یہ ساری مخلوق انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اگر ہم اور آپ یہ سمجھ لیں کہ ہم اس دنیا کے امین' ٹرسٹی اور نگران ہیں' تو یقیناً ہمارا اور آپ کا رویہ اور طرزِ زندگی بدل جائے اور دنیا میں جو فساد اور تباہی برپا ہے' وہ یقیناً دور ہو سکتی ہے۔

دولت مند بننے کی ریس

لیکن اگر آپ یہ سمجھ بیٹھیں کہ آپ صرف روپیہ ڈھالنے کی مشین ہیں تو انسانیت کے لباس میں جھول پڑتے ہی جائیں گے۔ غیر محدود تعداد میں روپیہ پیدا کرنا جب آپ کا مقصد حیات ہو گا تو نہ آپ انسانی رشتہ کو ملحوظ رکھیں گے' نہ کسی کے دل کو ستانے میں عار ہو گا' نہ کسی پر ظلم کرنے میں ہچکچائیں گے۔ اگر آپ کا آئیڈیل یہ ہو گا کہ زندگی صرف عیش و آرام' دولت مند بننے اور تھوڑی مدت میں جلد از جلد روپیہ سمیٹنے کا نام ہے' پھر اس کا نتیجہ یہی ہو گا جو آج ہمارے سامنے ہے۔ خواہ انسانیت کا خون ہو اور آدمیت برباد ہو' مگر ہر انسان دولت مند بننے کی اس ریس میں آگے نکلنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ساری اخلاقی تعلیمات طاق پر رکھی ہوئی ہیں' اور ہر ایک شہر میں ایک ریس کا میدان گرم ہے۔ دفتروں میں شام ہونے سے پہلے کلرک چاہتا ہے کہ جیب بھرے۔ اس وقت فلسفہ' شاعری اور فائن آرٹس کا مقصد بھی دولت کمانا اور شہرت حاصل کرنا ہے۔ اور ولایت میں تو روحانیت کا مقصد بھی یہی بن گیا ہے کہ دولت حاصل ہو۔

سکہ کے اخلاق

آپ جس چیز سے محبت کریں گے اس کا عکس آپ پر ضرور پڑے گا۔ آج روپیہ کی محبت کا عکس بھی پوری انسانیت پر پڑ رہا ہے۔ روپیہ کی بے وفائی اور اس کا تلون آج ہمارے دماغوں میں اور دلوں میں گھس چکا ہے۔ سارا دھیان گیان آج اس سکہ کے دھیان میں مٹ چکا ہے۔ ہم میں سکہ کی خاصیت' یعنی سختی' تلون اور بے وفائی پائی جا رہی ہے۔ ساری عمر کی کوشش کے باوجود اور روپیہ زیادہ سے زیادہ کمانے پر بھی آج دنیا کو وہ فائدہ نصیب نہیں ہوتا جو سکہ کا مقصد تھا' کیونکہ انسانی ہمدردی اور جذبۂ خدمت کے بغیر سکون کی دولت حاصل

نہیں ہو سکتی۔ انسانوں کی حق تلفی انسانیت کا خون ہے۔ آئیڈیل کی حکومت ہر زمانہ میں رہی، مگر کیا کسی زمانہ میں بھی انسانی زندگی کا یہ آئیڈیل رہا ہے کہ دولت کے حصول کی خاطر انسان کا نازک دل بھی ملے تو اس کو روندتا چلا جائے۔ انسانی اخلاق آج ہم سے رخصت ہو گیا۔ سکہ کے نام پر آج انسان انسان کا دشمن بنا ہوا ہے۔

تاجر اور خریدار

آج بھائی بھائی کو گاہک یا خریدار کی نظر سے دیکھتا ہے، اور ساری دنیا دو گروہوں میں تقسیم ہو کر رہ گئی ہے، ایک تاجر اور دوسرا خریدار۔ آج دنیا کو اصرار ہے کہ ساری زندگی اسی بازار میں گزارے۔ انسانوں نے انسانوں کے دلوں میں گھر کرنا، دلوں کو آباد کرنا، صورتوں پر نظر ڈالنا اور باہمی رشتوں کو قائم رکھنا اور ایک دوسرے کے حقوق کو سمجھنا بالکل ختم کر دیا۔ اس دنیا میں گویا سارے رشتے ختم ہو چکے، تمام جذبات سرد پڑ گئے، اور ساری محبتیں اٹھ چکیں، اور اب ایک تاجر دوسرا خریدار بن کر زندگی گزارنا چاہتا ہے، اور ایک دوسرے کی جیب پر نظر جمائے ہوئے ہے۔ اس دولت نے اولاد کے دلوں سے والدین کی محبت نکال دی، چیلوں کی دلوں سے گروؤں اور استادوں کی عظمت ختم کر دی، ماں باپ کے دلوں سے اولاد کی شفقت کھو دی اور ساری زندگی ایک دکان بن کر رہ گئی۔ بے لوث ہمدردی اور خدمت کا جذبہ نیست و نابود ہو چکا، اور حقیقی لطف اب زندگی سے اُٹھ چکا۔ ہر شخص دوسرے کو گاہک کی نظر سے دیکھتا اور سوچتا ہے کہ کیا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اگر دنیا میں صرف دکاندار اور گاہک ہی بستے ہوں تو کیا خاک لطف زندگی ہو۔

۱۹۴۷ء سے پہلے انگریزوں کے دورِ حکومت میں ایسے استاد دیکھنے میں آئے جو پڑھانے کا بل بنا کر دیتے تھے، اور ایک کلکٹر صاحب نے، جن کا لڑکا اُن کے پاس آکر ٹھہرا تھا، اس کے قیام کا بل بھی بنا کر دے دیا تھا۔ اب تو یہ خطرہ محسوس ہونے لگا ہے کہ بے جان اور بے زبان چیزیں بھی بل پیش کرنے لگیں، درخت اپنے سایہ میں کھڑے ہونے کا بل بنانے لگیں، زمین اپنے اوپر چلنے کا معاوضہ طلب کرنے لگے۔ یہ زندگی کیا ہے، ایک منڈی بن گئی ہے، لیکن ساری زندگی منڈی میں کیونکر گزرے۔

دولت کا ضرورت سے زائد احترام

سب سے پہلے ہماری نظر جب کسی پر پڑتی ہے تو اس کے لباس، معیارِ زندگی اور مالی حیثیت کو دیکھتے ہیں۔ اس کے اخلاق اور اس کی انسانیت کی ہمارے بازار میں کوئی قدر و قیمت

نہیں۔ آج انسان بالشتیوں کی طرح ایک سونے کے پہاڑ کے گرد چکر لگا رہے ہیں۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ آج ہمیں کون سی چیز زندگی کی حقیقی خوشی اور لذت سے آشنا کر رہی ہے۔

پیغمبروں نے انسانوں کو بتلایا تھا کہ اگر تم نے اپنے آپ کو دنیا کا تابع کر لیا اور اپنی خواہشات کو اپنے اوپر مسلط کر لیا تو یہ ساری زندگی غیر فطری اور بد نظم ہو جائے گی' اور ایک ایسی انارکی پھیلے گی کہ یہی دنیا تمہارے لئے جہنم بن جائے گی۔ اگر انسان نے اپنے آپ کو نہیں پہچانا تو وہ اپنے مقام سے گرتا چلا جائے گا اور انسانیت تباہ و برباد ہو گی۔

مقامِ انسانیت

قرآن شریف میں بتلایا گیا ہے کہ انسان کو پیدا کر کے فرشتوں کو اس کے آگے جھکایا گیا' جس سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسانیت کی یہ ایک تذلیل ہے کہ اپنے پیدا کرنے والے کے سوا کسی کے سامنے جھکے' جبکہ خدا کے بعد اس کے فرشتے ہی سب سے زیادہ جھکنے کے قابل تھے' کیونکہ وہ اس عالم کے کارپرداز ہیں۔ وہ اللہ کے حکم سے بارش لاتے ہیں' ہوائیں چلاتے ہیں۔ جس طرح حاکم اپنے نائب کا اپنے اہل کاروں سے تعارف کراتا ہے اسی طرح خدا نے انسان کے آگے فرشتوں کو جھکا کر ایک تعارف یا انٹروڈکشن کرایا کہ انسان کی نسل کو قیامت تک کے لئے یہ سبق یاد رہے کہ وہ بجز خدا کے کسی کے آگے جھکنے کے قابل نہیں' مگر انسان اپنی ہستی اور ذات کو فراموش کر کے انسانیت کی تذلیل اور خون کر رہے ہیں۔

انسان کا اصل دشمن

جنگی تاریخیں صاف بتلاتی ہیں کہ بجز ہوس کی آگ' نفس کی آگ اور پیٹ کی آگ کو بجھانے کے اور کوئی اہم مقصد حکومتوں کے سامنے نہیں رہا۔ کسی سیارے اور کسی مریخ سے کوئی دشمن نہیں اترا' باہر سے کوئی ستانے کے لئے نہیں آیا' کسی دوسرے ملک سے بھی ہمیں تباہ کرنے کے لئے کوئی نہیں آیا' بلکہ جو کچھ ہماری مصیبتیں ہیں وہ ہمارے ہاتھوں کی لائی ہوئی اور ہماری اخلاقی پستی کا نتیجہ ہیں۔

آپ سے پہلے جو قومیں دنیا میں تباہ ہوئیں ان پر کسی مرض یا وبا سے تباہی نہیں آئی' بلکہ وہ اپنے اخلاق کی خرابی' دولت پرستی اور کیریکٹر کی گراوٹ سے تباہ ہوئیں۔ سیاسی پارٹیاں چاہے جو مرض اور بیماری بتلائیں' مگر میں تو یہی کہتا ہوں کہ اصل بیماری انسانیت کی تباہی اور اخلاقی پستی ہے۔

آنکھوں کی ہوس

میں چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی ماہر اقتصادیات یہ ثابت کرے کہ جتنی پیداوار ہے اس سے زیادہ آبادی ہے۔ کیونکہ اللہ نے جس انسان کو پیدا کیا ہے' اس کا رزق بھی پیدا کیا ہے' مگر آج انسان کی ہوس اتنی بڑھ چکی ہے کہ وہ چاہے ایک سیر نہ کھا سکے' مگر اپنے پاس لمیک من دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ آنکھوں کی ہوس کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ آج فرضی ضرورتوں کی فہرست اتنی طویل ہو چکی ہے کہ جس کی تکمیل کبھی ہو ہی نہیں سکتی۔ ہماری ضرورتوں کا پورا کرنا اللہ نے اپنے ذمہ لیا ہے' مگر اللہ نے یہ ذمہ نہیں لیا کہ آپ چار موٹروں کی ہوس کریں' آپ سینما کی ہوس کریں' آپ روپیہ جمع کرنے کی ضرورت سمجھیں۔ آج اگر انسانوں میں سکون پیدا ہو سکتا ہے' اگر زندگی بہترین بن سکتی ہے' تو اس کا راستہ صرف یہ ہے کہ ایک اچھا قانون تلاش کریں۔

مذہب کو کسی سفارش کی ضرورت نہیں

مذہب کو کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں۔ جو لوگ مذہب کو ایک مظلوم کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں میں ان لوگوں میں نہیں۔ ہماری مصیبتیں' ہماری پریشانیاں ہمیں اس بات پر خود مجبور کرتی ہیں کہ ہم مذہب کو اپنائیں۔ آپ کب تک ضد کریں گے اور کب تک اپنی آنکھوں میں خاک ڈالے رہیں گے۔ آخر آپ کو اپنی بے لطف اور تلخ زندگی کا چسکا کب تک پڑا رہے گا۔ آج میں دعویٰ کے ساتھ کہتا ہوں کہ کوئی قانون اور کنٹرول انسانوں کو بداخلاقی اور جرائم سے نہیں روک سکتا' بلکہ خدا کا خوف' اس کا مذہب سے تعلق' انسانوں سے محبت ہی ہماری بیماریوں کا واحد علاج ہے۔ آج افسوس یہ ہے کہ اس لمبے چوڑے ملک میں' جس میں کروڑوں انسان بستے ہیں اور بڑے سے بڑے انسان ہیں' جو ہمارے لئے قابل فخر ہیں' مگر اخلاقی کمزوریوں کو دور کرنے اور روحانی اور انسانی زندگی کو رواج دینے کے لئے کوئی تحریک اور کوئی جماعت نظر نہیں آتی۔ ہم نے بہت انتظار کیا اور آخر یہ فیصلہ کیا کہ جو کچھ ہم سے بن پڑے اس کو شروع کر دیں۔

آزادی کی حفاظت

میں آپ کو خبردار کرتا ہوں کہ آزادی حاصل کرنا تو بہت اچھا ہے' مگر اس کو برقرار رکھنا اس کے بغیر ناممکن ہے کہ ہماری اخلاقی حالت درست ہو اور ہماری زندگی میں انسانیت زندہ ہو۔ دنیا کی تاریخ بتلاتی ہے کہ کوئی ملک اور کوئی حکومت بغیر اخلاقی بلندی اور انسانیت کی بقا

کے قائم نہیں رہ سکتی۔

آج یہ کام ہر طبقہ اور ہر درجہ کے لئے ضروری ہے۔ آپ اس یقین کے ساتھ اس سے تعاون کریں کہ بغیر ایک بے لوث خدمت کے جذبہ اور اخلاقی بلندی اور انسانیت کی بیداری کے ہماری زندگی کی مصیبتیں دور نہیں ہو سکتیں۔

یورپ زندگی سے مایوس ہے

یورپ جو آج دنیا کا امام بنا ہوا ہے اپنی مادی ترقی کے ساتھ ساتھ زندگی سے مایوس ہو رہا ہے' اور زندگی کے حقیقی لطف اور اصل سکون سے محروم اور خالی ہاتھ ہے اور اپنی مادی پرستی سے بددل ہو رہا ہے۔

مسلمانوں کا فرض منصبی

مسلمانوں سے میں صاف کہتا ہوں کہ آپ کو جتنا اصرار خدا کی وحدانیت پر' خدا کی ذات پر اور خدا کے دین پر ہے' اس کا تقاضا یہ تھا کہ آپ دنیا میں اس اعلان کو عام کرتے اور اس دبی ہوئی حقیقت کو ابھارتے' دوسرے بھائیوں کو یہ بھولا ہوا سبق یاد دلاتے' مگر آپ نے اس کی فکر تک نہ کی۔ آپ دوسرے ملکوں پر نظریں لگانا چھوڑ دیں' اپنے اسلاف کی تاریخ پر نظر ڈالئے کہ اسپین میں لنگر انداز ہونے پر جب طارقؒ نے اپنے جہازوں کو آگ لگوا دی' تو جب ان سے دریافت کیا گیا کہ ایسا کیوں کیا تو تلوار پر ہاتھ ڈال کر جواب دیا کہ جو بزدل جہازوں کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہو وہ ناامید ہو جائے' لیکن ہمارا معبود تو صرف ایک اللہ ہے' جو حی و قیوم ہے' ہم اس کے پیغام کو لے کر آئے ہیں اور اب ہمیں اسی ملک میں جینا اور مرنا ہے۔ آپ اس ملک میں توحید کا تحفہ دے سکتے ہیں' اور یہ تحفہ قبول کرنے کے قابل ہے۔ میں مسلمانوں سے کہتا ہوں کہ تم اس ملک میں رہنے کا فیصلہ کرو' کوئی مانے یا نہ مانے مگر تم اس ضرورت کو محسوس کرو۔

ہر چیز اپنے مقام سے ہٹی ہوئی ہے

اس ملک کا سدھار اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک بے لوث خدمت' صحیح جذبہ' اخوت و مساوات اور انسانی ہمدردی کا جذبہ نہ پیدا ہو۔ انسان کی زندگی کا اصل مقام اور حقیقی مقصد خلیفۃ اللہ (خدا کا نائب) ہونا ہے' مگر تم ایک سکہ کے پاؤں تلے اپنا سر رکھنے لگے' تم نے سکہ کو جیب میں جگہ دینے کے بجائے اپنے دلوں میں اور دماغوں میں جگہ دی۔ لہٰذا گھر گھر جو شوالہ اور مسجد بنی ہوئی ہے وہ روپے کا شوالہ اور مسجد ہے' جہاں روپے کی پرستش ہو رہی

ہے۔ خدا کے نائب اور سچے پرستار بن جاؤ‘ اس زندگی کی چول بیٹھ جائے گی‘ تم اپنے مقام پر آ جاؤ‘ ہر چیز اپنے مقام پر آ جائے گی۔

(یہ تقریر ۲۲ جنوری ۱۹۵۴ء کو ساڑھے سات بجے شب ٹاؤن ہال غازی پور کے ایک جلسۂ عام میں ہوئی‘ جس میں ہندو مسلمان تعلیم یافتہ اصحاب کی کافی تعداد شریک تھی۔)

ڈاکٹر اسرار احمد

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان

کی اہم تالیف

برصغیر پاک و ہند میں
اسلام کے انقلابی فکر کی تجدید و تعمیل
اور اس سے انحراف کی راہیں

جس میں

- اسلام کے ابتدائی انقلابی فکر اور اس میں زوال کی تاریخ کے جائزے کے بعد
- علامہ اقبال کے ذریعے اس کی تجدید اور مولانا آزاد اور مولانا مودودی کے ہاتھوں اس کی تعمیل کی مساعی اور ان کے حاصل‘ اور
- "اسلام کی نشاۃ ثانیہ میں ناگزیر تدریج اور اس کے تقاضوں" کے علاوہ
- اس فکر سے انحراف کی بعض صورتوں پر بھی تبصرہ کیا گیا ہے —!

سفید کاغذ پر ۱۰۴ صفحات‘ مع دیدہ زیب ہارڈ کور — قیمت فی نسخہ : ۴۰ روپے

شائع کردہ : **مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن**

قرآن اکیڈمی 36۔ کے‘ ماڈل ٹاؤن لاہور

مسلمان کا طرزِ حیات(۴)

علامہ ابو بکر الجزائری کی شہرۂ آفاق تالیف

"منہاجُ المُسلم" کا اردو ترجمہ

مترجم : مولانا عطاء اللہ ساجد

کتاب العقائد

چھٹا باب

اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان

اللہ تعالیٰ نے جو کتابیں نازل کی ہیں اور بعض پیغمبروں پر صحیفے نازل کیے ہیں، مسلمان ان سب پر ایمان لاتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ یہ اللہ کا کلام ہے جو اس نے اپنے رسولوں پر وحی کے ذریعے نازل کیا ہے، تاکہ وہ بندوں تک اللہ کے احکام اور دین و شریعت پہنچادیں۔ ان کتابوں میں چار کتابوں کو سب سے زیادہ عظمت کا مقام حاصل ہے۔ قرآن مجید جو ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا، تورات جو اللہ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، زبور جو اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی اور انجیل جو اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ اِن سب کتابوں پر قرآن مجید کو عظمت و فوقیت حاصل ہے، اس سے سابقہ کتابوں کے احکام و شرائع منسوخ ہو گئے ہیں۔

اللہ کی کتابوں کے متعلق اِن عقائد کی تائید مندرجہ ذیل نقلی اور عقلی دلائل سے ہوتی ہے:

○ نقلی دلائل

① اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں ہمیں اپنی کتابوں پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ﴾ (النِّساء : ۱۳۶)

"اے مومنو! ایمان لاؤ اللہ پر' اُس کے رسول پر' اُس کی کتاب پر جو اُس نے اپنے رسول پر نازل کی اور اُس کتاب پر جو اُس نے اِس سے پہلے نازل کی۔"

(۲) اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل فرامین میں ان کتابوں کے متعلق بتایا ہے ___ ارشاد ہے:

﴿ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ○ نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ○ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ﴾ (آل عمران: ۲-۴)

"اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں' زندہ اور قائم رہنے والا ہے' اس نے آپ (محمد ﷺ) پر کتاب نازل کی جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس سے پہلے تورات اور انجیل کو لوگوں کی راہنمائی کے لیے نازل فرمایا' اور اس نے فرقان نازل کیا۔"

اس کے علاوہ ارشاد فرمایا:

﴿ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ... ﴾ (المائدة: ۴۸)

"اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ کتاب نازل کی ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان پر فوقیت رکھتی ہے..."

اور ارشاد فرمایا:

﴿ وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا○ ﴾ (النّساء: ۱۶۳)

"اور ہم نے داؤد کو زبور دی۔"

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاِنَّهٗ لَتَنْزِیْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ○ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ○ بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ○ وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ○ ﴾ (الشُّعراء: ۱۹۲-۱۹۶)

"اور [illegible] یہ جہانوں کے رب کا اتارا ہوا ہے۔ اسے روح الامین (جبریل علیہ السلام) [illegible] آپ [illegible] تاکہ آپ تنبیہ کرنے والوں میں سے

ہو جائیں۔ واضح عربی زبان میں۔ اور بے شک یہ پہلے (پیغمبروں کے) صحیفوں میں (مذکور) ہے۔"

اور فرمایا :

﴿ اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ○ صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی ○ ﴾

(الاعلیٰ : ۱۸'۱۹)

"بے شک یہ پہلے صحیفوں میں ہے' ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔"

(۳) جناب رسول اللہ ﷺ نے بہت سی احادیث میں سابقہ آسمانی کتابوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ مثلاً آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا :

((اِنَّمَا بَقَاؤُکُمْ فِیمَنْ سَلَفَ کَمَا بَیْنَ صَلَاۃِ الْعَصْرِ اِلٰی غُرُوْبِ الشَّمْسِ' اُوْتِیَ اَهْلُ التَّوْرَاۃِ التَّوْرَاۃَ فَعَمِلُوْا بِهَا حَتّٰی انْتَصَفَ النَّهَارُ' ثُمَّ عَجَزُوْا' فَاُعْطُوْا قِیْرَاطًا قِیْرَاطًا' ثُمَّ اُوْتِیَ اَهْلُ الْاِنْجِیْلِ الْاِنْجِیْلَ فَعَمِلُوا بِهٖ حَتّٰی صُلِّیَتِ الْعَصْرُ' ثُمَّ عَجَزُوْا' فَاُعْطُوْا قِیْرَاطًا قِیْرَاطًا' ثُمَّ اُوْتِیْتُمُ الْقُرْآنَ فَعَمِلْتُمْ بِهٖ حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ' فَاُعْطِیْتُمْ قِیْرَاطَیْنِ قِیْرَاطَیْنِ' فَقَالَ اَهْلُ الْکِتَابِ : اَقَلُّ مِنَّا عَمَلاً وَاَکْثَرُ اَجْرًا؟. قَالَ اللّٰهُ "هَلْ ظَلَمْتُکُمْ مِنْ حَقِّکُمْ مِنْ شَیْءٍ؟" قَالُوْا : لَا ' قَالَ : "هُوَ فَضْلِیْ اُوْتِیْهِ مَنْ اَشَاءُ")) (۱)

"سابقہ (اُمتوں کے) لوگوں کے مقابلہ میں تمہارا (دنیا میں) رہنا اس طرح ہے جس طرح (باقی دن کے مقابلے میں) عصر سے غروبِ آفتاب تک کا وقت۔ تورات والوں کو تورات دی گئی' انہوں نے اس کے مطابق کام کیا حتیٰ کہ دوپہر ہوگئی' پھر وہ عاجز آگئے' پس انہیں ایک ایک قیراط (اجرت کے طور پر) دے دیا گیا۔ پھر انجیل والوں کو انجیل دی گئی' انہوں نے اس کے مطابق کام کیا حتیٰ کہ عصر کی نماز پڑھی گئی' پھر وہ بھی تھک گئے' انہیں بھی (مزدوری کا) ایک ایک قیراط دے دیا گیا۔ پھر (اے مسلمانو!) تمہیں قرآن دیا گیا' تم نے غروب آفتاب تک کام کیا' تو تمہیں دو دو قیراط دے دیئے گئے۔ اہلِ کتاب نے کہا : (ان مسلمانوں نے) کام ہم سے کم کیا ہے اور مزدوری انہیں زیادہ دی گئی ہے' تو اللہ

تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تمہیں تمہارا حق دینے میں کوئی ظلم کیا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، تو فرمایا: یہ میرا فضل ہے، میں جسے چاہتا ہوں دیتا ہوں"۔

ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((خُفِّفَ عَلٰی دَاوٗدَ عَلَیْہِ السَّلَامُ الْقُرْآنُ [الْقِرَاءَ ۃُ] فَکَانَ یَاْمُرُ بِدَوَابِّہٖ فَتُسْرَجُ فَیَقْرَاُ الْقُرْآنَ [التَّوْرَاۃَ اَوِ الزَّبُوْرَ] قَبْلَ اَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّہٗ وَلَا یَاْکُلُ اِلَّا مِنْ عَمَلِ یَدَیْہِ)) (۲)

"داوٗد علیہ السلام پر قراءت آسان کر دی گئی تھی حتیٰ کہ وہ اپنے (سواری کے) جانوروں پر کاٹھی وغیرہ کسنے کا حکم دیتے اور جانوروں کے تیار ہونے سے پہلے قرآن (یعنی تورات یا زبور) پڑھ لیتے۔ اور وہ صرف اپنے ہاتھوں سے کام کر کے (محنت کی کمائی) کھاتے تھے۔"

ارشادِ نبویؐ ہے:

((لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَیْنِ : رَجُلٌ اٰتَاہُ اللّٰہُ الْقُرْآنَ فَھُوَ یَتْلُوْہُ آنَاءَ اللَّیْلِ وَآنَاءَ النَّھَارِ ....)) (۳)

"حسد صرف دو چیزوں میں (جائز) ہے۔ ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا (یعنی قرآن یاد کرنے کی توفیق دی) اور وہ رات اور دن کے اوقات میں تلاوت کرتا رہتا ہے (اس پر رشک کرنا چاہئے)...."

اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ : کِتَابَ اللّٰہِ وَسُنَّۃَ رَسُوْلِہٖ ﷺ)) (۴)

"میں تم لوگوں میں وہ کچھ چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر اسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو گے، وہ ہے اللہ کی کتاب (قرآن) اور اس کے رسول ﷺ کی سنّت (حدیث)۔"

نیز فرمایا:

((لَا تُصَدِّقُوْا اَھْلَ الْکِتَابِ وَلَا تُکَذِّبُوْھُمْ وَقُوْلُوْا اٰمَنَّا بِالَّذِیْ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَمَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ، وَاِلٰھُنَا وَاِلٰھُکُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَہٗ

مُسْلِمُوْنَ)) (۵)

"اہلِ کتاب کی تصدیق نہ کرو اور تکذیب بھی نہ کرو۔ بس یوں کہو: ہم اُس چیز پر ایمان رکھتے ہیں جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے اور اُس چیز پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو تمہاری طرف نازل ہوئی تھی' ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔"

④ ہر دور میں ہر علاقے کے کروڑوں علماء اور دانشور اس بات پر پختہ یقین کے حامل رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر وحی کے ذریعے اپنی کتابیں نازل کی ہیں' اور وہ پیغمبر اس کی مخلوق میں سے بہترین اور بزرگ ترین افراد تھے۔ ان کتابوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات اور غیب کی خبریں بیان فرمائیں' اس کے علاوہ دین و شریعت کے مسائل اور وعد و وعید کا تذکرہ فرمایا۔

○ عقلی دلائل

① انسان ضعیف ہے' اسے اپنے جسم اور روح کی اصلاح کے لیے رب کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ اِس کا تقاضا ہے کہ شریعت و قانون پر مشتمل کتابیں نازل ہوں جن کی روشنی میں انسان اپنے کمال تک پہنچ سکے اور اس کی دُنیوی اور اُخروی زندگی کی ضرورتیں پوری ہو سکیں۔

② انبیاء کرام علیہم السلام اللہ تعالیٰ اور بندوں کے درمیان واسطہ ہیں' لیکن وہ انسان ہیں جو کچھ عرصہ زندہ رہ کر فوت ہو جاتے ہیں۔ اگر ان کی تعلیمات کتابوں میں نہ لکھی جاتیں تو ان کی وفات کے ساتھ ہی وہ بھی ختم ہو جاتیں اور لوگوں کا رسالت سے تعلق نہ رہتا۔ اس طرح وحی اور رسالت کا اصل مقصد فوت ہو جاتا۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ کی حکمت کا تقاضا ہوا کہ اُس کی طرف سے سچی اور یقینی کتابیں نازل کی جائیں۔

③ اگر اللہ کی طرف دعوت دینے والے رسول کے پاس رب کی طرف سے نازل ہونے والی شریعت' ہدایت اور خبر پر مشتمل کتاب نہ ہوتی تو لوگ آسانی سے اس کی رسالت کا انکار کر دیتے۔ اس کیفیت کا تقاضا یہ ہوا کہ لوگوں پر حجت قائم کرنے کے لیے خدائی کتابیں نازل کی جائیں۔

ساتواں باب

قرآن کریم پر ایمان

ہم قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کی کتاب ہے جو اُس نے اپنے سب سے افضل رسول حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمائی، جس طرح سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام پر مختلف کتابیں نازل فرمائیں۔ چونکہ جناب رسولِ اکرم ﷺ اللہ تعالٰی کے آخری رسول اور خاتم النبیین ہیں، لہٰذا آپ ﷺ پر نازل ہونے والے قرآن مجید کی وجہ سے سابقہ آسمانی کتابوں میں نازل ہونے والے تمام احکام مکمل ہو گئے ہیں۔

یہ کتاب عظیم ترین ربّانی تشریع اور خدائی قانون پر مشتمل ہے۔ اس پر عمل کرنے والے کے لیے اس کے نازل کرنے والے نے دونوں جہان کی سعادت کی گارنٹی دی ہے، اور اس کو اہمیت نہ دیتے ہوئے اس پر عمل نہ کرنے والے کے لیے دونوں جہان میں خرابی کی خبر دی ہے۔

یہ واحد کتاب ہے جس کے متعلق اللہ نے ضمانت دی ہے کہ وہ تا قیامِ قیامت کمی بیشی اور تبدیلی سے محفوظ رہے گی۔

اس عقیدے کے نقلی اور عقلی دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

نقلی دلائل

(۱) اللہ عزّ و جل نے ارشاد فرمایا:

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۝ ﴾

(الفرقان: ۱)

”برکتوں والا ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ وہ جہانوں کو خبردار کرنے والا بن جائے۔“

نیز فرمایا:

﴿ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ ۝ ﴾ (یوسف: ۳)

"ہم نے آپ پر یہ جو قرآن نازل کیا ہے' اسے بہترین انداز سے بیان کرتے ہیں اور آپ اس (کے نزول) سے قبل بے خبر تھے۔"

اور ارشاد ہوا :

﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ۝ ﴾ (النّساء : ۱۰۵)

"یقیناً ہم نے یہ کتاب آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل کی ہے تاکہ آپ اللہ کی دی ہوئی بصیرت کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں۔ اور آپ خیانت کرنے والوں کے حق میں کبھی جھگڑا نہ کیجئے۔"

ایک مقام پر فرمایا :

﴿ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ﴾

(المآئدۃ : ۱۵'۱۶)

"اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارا رسول آگیا ہے' تمہیں بہت سی وہ چیزیں وضاحت سے بتاتا ہے جو تم کتاب میں سے چھپالیتے تھے' اور (تمہاری بہت سی غلطیاں) معاف کردیتا ہے۔ تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی اور ایک بیان کرنے والی کتاب آگئی ہے' اس کے ذریعے اللہ ان لوگوں کو سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے جو اس کی رضا (کے باعث احکام) کی پیروی کرتے ہیں' اور انہیں اپنے اذن سے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے جاتا ہے اور سیدھی راہ کی طرف ان کی راہنمائی فرمادیتا ہے۔"

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا :

﴿ ... فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ۝ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ ﴾

(طٰهٰ : ۱۲۳'۱۲۴)

"پس جو کوئی میری ہدایت پر چلے گا وہ نہ گمراہ ہو گا نہ بدنصیب ہو گا۔ اور جس نے میرے ذکر (یاد اور نصیحت) سے منہ موڑا' اسے (دنیا میں) تنگ گزران ملے گی اور قیامت کو ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔"

اس کے علاوہ اللہ عزّوجل نے اس کتاب کا اس طرح تعارف کرایا ہے :

﴿ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ○ لَّايَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ط تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ○ ﴾ (فُصِّلت : ۴۱'۴۲)

"حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک زبردست کتاب ہے' باطل نہ اس کے سامنے سے آ سکتا ہے اور نہ پیچھے سے' یہ ایک حکمت والے قابل تعریف (اللہ) کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔"

اور ارشاد ہے :

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ○ ﴾ (الحجر : ۹)

"یقیناً ہم ہی نے اس نصیحت (قرآن) کو نازل کیا ہے اور یقیناً ہم ہی اس کے محافظ بھی ہیں۔"

(۲) جس پیغمبر ﷺ پر یہ کتاب نازل ہوئی اس نے اپنے بہت سے فرامین کے ذریعے اس کی وضاحت فرمادی' مثلاً ارشاد ہوا :

((اَلَا اِنِّیْ اُوْتِيْتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهٗ مَعَهٗ)) [1]

"سنو! مجھے کتاب دی گئی ہے' اور اس کے ساتھ ویسی ہی ایک اور چیز (حدیث) بھی دی گئی ہے"

اور فرمایا :

((خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ)) [2]

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔"

نیز ارشاد فرمایا :

((لَا حَسَدَ اِلَّا فِی اثْنَتَيْنِ : رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ الْقُرْآنَ فَهُوَ يَتْلُوْهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ' وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهٗ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ)) [3]

"حسد صرف دو چیزوں میں (مناسب) ہے' ایک وہ شخص جسے اللہ نے قرآن دیا' وہ رات اور دن کے اوقات میں اس کی تلاوت کرتا ہے' اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے مال دیا' وہ رات اور دن کے اوقات میں اسے خرچ کرتا ہے (صرف ان دو شخصوں پر رشک کرنا چاہیئے۔)

ایک حدیث میں ارشاد ہے:

((مَا مِنَ الْاَنْبِيَاءِ نَبِيٌّ اِلاَّ وَقَدْ اُعْطِيَ مِنَ الْاٰيَاتِ مَا مِثْلُهُ آمَنَ عَلَيْهِ الْبَشَرُ' وَاِنَّمَا كَانَ الَّذِيْ اُوْتِيْتُهُ وَحْيًا اَوْحَاهُ اللّٰهُ اِلَيَّ ' فَاَرْجُوْ اَنْ اَكُوْنَ اَكْثَرَهُمْ تَابِعًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ)) (۴)

"ہر نبی کو ایسے معجزات دیئے گئے تھے جن کی وجہ سے لوگ ایمان لائے' مجھے جو (معجزہ) دیا گیا وہ وحی ہے جو اللہ نے میری طرف نازل کی۔ مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن سب انبیاء سے زیادہ میرے پیروکار ہوں گے۔"

اور نبی اکرم ﷺ کا یہ بھی فرمان ہے:

((لَوْ كَانَ مُوْسٰى اَوْ عِيْسٰى حَيًّا لَمْ يَسَعْهُ اِلاَّ اتِّبَاعِيْ)) (۵)

"اگر موسیٰ یا عیسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کئے بغیر چارہ نہ ہوتا۔"

(۳) اربوں مسلمان ایمان رکھتے ہیں کہ یہ قرآن اللہ کی کتاب ہے جو اس نے وحی کے ذریعے اپنے نبی ﷺ پر نازل فرمایا۔ وہ اس پر پختہ یقین رکھتے ہیں' اس کی تلاوت کرتے ہیں' اور اسے حفظ کرتے ہیں اور اس میں نازل کردہ احکام پر عمل کرتے ہیں۔

○ عقلی دلائل

(۱) قرآن مجید میں مختلف اقسام کے علوم موجود ہیں' حالانکہ جس نبی (ﷺ) پر وہ نازل ہوا وہ پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے' نہ وہ کسی مدرسہ یا سکول میں داخل ہوئے۔

ا۔ کائنات سے متعلق سائنسی علوم

ب۔ تاریخی علوم

ج۔ شریعت اور قانون کے علوم

د۔ حربی اور سیاسی علوم وغیرہ

قرآن مجید میں ان مختلف علوم کی موجودگی اس امر کی پختہ دلیل ہے کہ یہ اللہ کا کلام

اور اس کی وحی ہے۔ کیونکہ عقل کا فیصلہ یہی ہے کہ جس انسان نے پڑھنا لکھنا بالکل نہیں سیکھا اس سے اس قسم کے بے شمار علوم ظاہر نہیں ہو سکتے۔

(۲) اس کتاب کو نازل کرنے والے رب تعالیٰ نے تمام جن و انس کو چیلنج دے کر کہا ہے کہ وہ اس جیسا کلام پیش نہیں کر سکتے' چنانچہ ارشاد ہے :

﴿ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴾

(بنی اسرائیل : ۸۸)

"کہہ دیجئے (اے نبی) کہ اگر انسان اور جن سب کے سب مل کر اس قرآن جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لا سکیں گے چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں"۔

اسی طرح اس نے عرب کے فصحاء و بلغاء کو یہ چیلنج دیا کہ اس جیسی دس سورتیں بنا لائیں' بلکہ ایک سورت ہی بنا لائیں' لیکن وہ سب مل کر بھی ایک سورت بھی پیش نہ کر سکے۔

یہ سب سے بڑی اور سب سے مضبوط دلیل ہے کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے' کسی انسان کا اس کلام میں کوئی حصہ نہیں۔

(۳) قرآن مجید میں غیبی امور کے متعلق بہت سی خبریں اور مستقبل کی پیشین گوئیاں موجود ہیں۔ ان میں سے بہت سے واقعات قرآن مجید کی بیان کردہ تفصیل کے بعینہ مطابق پیش آ چکے ہیں۔ (٦)

(۴) چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے علاوہ دوسرے رسولوں پر بھی کتابیں نازل کی ہیں ـــــ مثلاً موسیٰ علیہ السلام پر تورات اور عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل ـــــ لہٰذا یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ قرآن مجید بھی اللہ نے نازل کیا ہو جس طرح سابقہ کتابیں نازل کی تھیں۔ کیا عقل نزولِ قرآن کو ناممکن قرار دیتی ہے؟ ہرگز نہیں' بلکہ عقل کا فیصلہ یہی ہے کہ قرآن مجید یقیناً اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

(۵) قرآن مجید کی پیشین گوئیوں کو ایک ایک کر کے دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ اسی طرح پوری ہوئیں جس طرح قرآن نے کہا تھا۔ قرآن کے بیان کردہ واقعات کو دیکھا گیا تو

وہ اسی طرح وقوع پذیر ہوئے جس طرح قرآن نے بیان کیا۔ اس میں بیان کردہ احکام و قوانین کو عمل اور تجربہ کی کسوٹی پر پرکھا گیا تو ان سے وہ تمام مقاصد عملاً حاصل ہوئے جو مقصود تھے' مثلاً امن و امان (۷)' قوت و غلبہ' عزّو شرف' علم و عرفان۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سلطنت کی تاریخ اس کی واضح ترین مثال ہے۔

کیا اس کے بعد بھی کسی اور دلیل کی ضرورت ہے جس سے ثابت ہو کہ قرآن مجید اللہ کا کلام ہے جو اس نے وحی کے ذریعے اپنی مخلوق میں سے عظیم ترین ہستی اور خاتم النبیین والمرسلین جناب محمد ﷺ پر نازل فرمایا؟

حواشی

چھٹا باب :

(۱) صحیح البخاری' کتاب مواقیت الصلاۃ' باب من ادرک رکعة من العصر قبل الغروب

(۲) صحیح البخاری' کتاب احادیث الانبیاء' باب قول اللہ تعالٰی: وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا

(۳) صحیح البخاری' کتاب التمنی' باب تمنی القرآن والعلم

(۴) مستدرک حاکم۔ سند کے لحاظ سے یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے امام مالک نے بھی موطا میں روایت کیا ہے' لیکن انہوں نے اس کی پوری سند بیان نہیں فرمائی۔

(۵) صحیح البخاری' کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة' باب قول النبی ﷺ ((لَا تَسْاَلُوْا اَھْلَ الْکِتٰبِ عَنْ شَیْءٍ))

ساتواں باب :

(۱) سنن ابی داؤد' کتاب السنة' باب فی لزوم السنة

(۲) صحیح البخاری' کتاب فضائل القرآن' باب خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ۔ سنن ابی داؤد' کتاب الوتر' باب فی ثواب قراءۃ القرآن۔ جامع الترمذی' ابواب ثواب القرآن' باب ما جاء فی تعلیم القرآن۔ سنن ابن ماجه' مقدمه

(۳) صحیح البخاری' حوالہ گزر چکا ہے۔

(۴) صحیح مسلم' کتاب الایمان' باب وجوب الایمان برساله نبینا محمد ﷺ الی جمیع الناس ونسخ الملل بملته

(۵) ابو یعلیٰ نے اس کو قدرے مختلف الفاظ میں روایت کیا ہے۔

(٦) مثلاً قرآن مجید نے بتایا کہ رومی چند سال میں ایرانیوں پر غالب آئیں گے۔ اُس وقت رومی مغلوب اور شکست خوردہ تھے۔ اور ابھی دس سال بھی نہیں گزرے تھے کہ روم ایران پر غالب آ گیا۔ ارشادِ خداوندی ہے : ﴿ الٓمٓ ○ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ○ فِیْ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ○ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ○ ﴾ (الروم : ۱ تا ۴) "ال م۔ رومی مغلوب ہو گئے۔ قریب کے علاقے میں' اور وہ مغلوب ہونے کے بعد غالب آئیں گے۔ چند سالوں میں"۔

(٦) سعودی عرب کی تاریخ اس کی بہترین مثال ہے۔ حجاز کی سرزمین میں امن و امان تباہ ہو چکا تھا' لوٹ مار اس قدر تھی کہ حاجیوں کی جانیں اور مال محفوظ نہ تھے۔ جونہی قرآنی احکام کو ملک میں نافذ کیا گیا' پورے ملک میں ایسا امن ہو گیا کہ خلفائے راشدین کے دور کے بعد اس کی مثال نہیں ملتی۔ (حاشیہ از مؤلف)

باپ بیٹے کو کس طرح حکم دے؟

علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری نے لکھا ہے کہ ہر باپ کو یہ چاہئے کہ جب وہ اپنے بیٹے کو کوئی حکم دے تو صریح حکم کے الفاظ استعمال کرنے کے بجائے یوں کہے: "بیٹے! اگر تم فلاں کام کر لو تو اچھا ہے"۔ کیونکہ اگر صراحتاً حکم دیا اور مثلاً یہ کہا کہ "ایسا کرو" اور پھر بیٹا کسی وجہ سے نہ کر سکا تو وہ نافرمانی کے گناہ کبیرہ میں مبتلا ہو گا۔ پہلی صورت میں یہ اندیشہ نہیں۔

(ماخوذ از تراشے' مرتب مفتی محمد تقی عثمانی)

ضرورت رشتہ

زمیندار گھرانے سے تعلق رکھنے والے' تحریکی ذہن کے حامل' ہمارے برسرروزگار کیمیکل انجینئر بیٹے کیلئے متوسط خوشحال گھرانے کی خوبصورت تعلیم یافتہ' 25 سال تک کی لڑکی کا رشتہ مطلوب ہے۔ ذات پات اور علاقہ کی کوئی قید نہیں۔ برائے رابطہ : مسز عبداللہ چوہدری

140 مقدس پارک' گلشن راوی سکیم لاہور فون : 7463535

قندیل کیا بجھی کہ نگر بے چراغ ہے!

محدّث العصر شیخ محمد بن ناصر الدّین البانی رحمۃ اللہ علیہ

تحریر : پروفیسر خورشید عالم

شیخ ابو عبد الرحمٰن محمد بن ناصر الدین البانیؒ اردن کے دار الخلافہ عمان میں ۲/ اکتوبر ۱۹۹۹ء موافق ۲۲ جمادی الآخر ۱۴۲۰ھ بروز ہفتہ طویل علالت کے بعد لگ بھگ ۸۶ برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ علومِ حدیث کا حافظ اور نکتہ شناس، ایک شخصیت منفرد، ایک جہانِ دانش، ایک دُنیائے معرفت، ایک کائناتِ علم، ساٹھ برس سے صرف حدیث کے فہم و تدبر اور درس و تدریس میں محو، ہر شے سے بے گانہ، ہر شغل سے ناآشنا، دین و دانش کا مہرِ انور ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ سانحہ عظیم ہے، آنکھوں سے آنسو رواں ہیں، دل غمزدہ ہے۔ اللہ کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں اِنّا علی فراقك یاشیخ محمد الالبانی لمحزُونون!

شیخ کی پوری زندگی علم کی تلاش میں جہدِ مسلسل، صبر اور استقامت سے عبارت ہے۔ ۱۹۱۴ھ میں البانیہ میں پیدا ہوئے۔ قرآن، تجوید، صَرف اور فقہ حنفی کی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ والد کے ساتھ ہجرت کر کے دمشق آ گئے۔ ہجرت کا یہ سلسلہ عمر بھر چلتا رہا، دِمشق سے عمان، پھر دِمشق وہاں سے بیروت، وہاں سے امارات، پھر دِمشق۔ آخر میں وہ عمان چلے گئے اور گزشتہ بیس برس سے وفات تک وہیں ٹھہرے رہے۔ مختصر یہ کہ جہاں جہاں اللہ کا نام لیا جاتا تھا وہ اسے اپنا وطن ہی تصور کرتے رہے ؎

وا اینما ذُکر اسم اللّٰہ فی بلد
عددتُ ارجاءہ من لُبِّ اوطانی

شیخ البانی اپنے بارے میں لکھتے ہیں :

"یہ اللہ کی خاص توفیق تھی کہ میں آغازِ شباب سے گھڑی سازی کا کام کرنے لگا۔ یہ ایک آزاد قسم کا پیشہ تھا جو علومِ حدیث کے بارے میں میری کاوشوں کی راہ

میں حائل نہ ہوا۔ منگل اور جمعہ کو چھوڑ کر میں تین گھنٹے روزانہ یہ کام کرتا جس سے میری اور گھر والوں کی گزر بسر ہو جاتی۔ باقی سارا وقت میں حدیث کی کتابوں اور قلمی نسخوں کو کھنگالتا رہتا جو دمشق کے مکتبہ ظاہریہ میں کافی تعداد میں موجود تھے۔ روزانہ چھ سے آٹھ گھنٹے مطالعہ میں گزرتے۔ اور اس میں کوئی اچنبھے کی بات نہیں' کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ جس آدمی پر احسان کرنا چاہتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے"۔

ان کے ایک شاگرد یوسف الغریب کا کہنا ہے کہ شیخ روزانہ سولہ سولہ گھنٹے پڑھائی لکھائی میں صرف کرتے۔ کتب خانہ کی شیلفوں میں قلمی نسخوں کی تلاش میں مسلسل تین تین گھنٹے سیڑھی پر کھڑے رہتے۔ علم میں ان کی لگن کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی کتاب فهرس المخطوطات الحديثة میں لکھتے ہیں کہ کسی قلمی نسخہ کا ایک ورق گم ہو گیا' اس کی تلاش کرتے کرتے میں نے دس ہزار قلمی نسخے دیکھ ڈالے۔ کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے ؎

وَاِذَا كَانَتِ النُّفُوْسُ كِبَارًا
تَعِبَتْ فِيْ مُرَادِهَا الْاَجْسَامُ

مدینہ منورہ میں جب اسلامی یونیورسٹی کی بنیاد رکھی گئی تو سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ اس کے پہلے وائس چانسلر مقرر ہوئے۔ حدیث کی تدریس کے لئے ان کی نگہ انتخاب شیخ البانی پر پڑی۔ شیخ نے یونیورسٹی میں اسنادِ حدیث کو ایک نئے مضمون کی حیثیت سے متعارف کروایا۔ اسی یونیورسٹی میں مولانا عبدالغفار حسن کے صاحبزادے ڈاکٹر صہیب حسن ان سے بلوغ المرام کی شرح اور صحیح مسلم کا انتخاب پڑھتے رہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ :

"شیخ البانی دوران تدریس ایسے ایسے نکات بیان کرتے جو ہمیں کتابوں میں نہیں ملتے تھے۔ بسا اوقات میں دیکھتا کہ پیریڈ کے بعد وہ شریعت کالج کے صحن میں ریت پر بیٹھے ہوئے ہیں اور طلبہ ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے ان سے علم الرجال اور جرح و تعدیل سے متعلق سوال پوچھ رہے ہیں۔ وہ ہر پوچھنے والے کو بڑے سکون سے جواب دیتے' یہاں تک کہ اگلے پیریڈ کا وقت ہو جاتا اور وہ وہاں سے سیدھے کلاس روم پہنچتے اور بغیر تکان محسوس کئے پڑھانا شروع کر دیتے۔ وہ

زندگی کے ہر لمحہ کو قیمتی سمجھتے۔ جب کبھی میں ان سے ملنے ان کے گھر گیا ان کو بکھرے ہوئے اوراق، کھلی اور ادھ کھلی کتابوں میں گھرے ہوئے پایا"۔

شیخ نے وصیت کی کہ ان کا کتب خانہ اسلامیہ یونیورسٹی مدینہ منورہ میں منتقل کر دیا جائے۔
ان کے ایک شاگرد علی حسن حلبی کہتے ہیں کہ:

"آج سے پچاس برس پہلے دمشق میں انہوں نے درس و تدریس کے علاوہ ایک کھلی نشست لگانا شروع کی اور وفات سے چار ماہ پہلے تک یہ نشست جاری رہی۔ اس مجلس میں یا تو وہ گردو پیش میں ہونے والی برائیوں سے حاضرین کو آگاہ کرتے یا کسی حدیث کی تشریح کرتے۔ پھر سوال و جواب کا دور چلتا جس میں حدیث، فقہ اور عقائد کے بارے میں سوال کئے جاتے۔ فنِ حدیث پر گرفت مضبوط ہونے کے باوجود اپنے شاگردوں سے کہتے کہ وہ سہو و خطاء سے ان کو آگاہ کریں۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ شاگردوں نے غلطی کی نشاندہی کی اور انہوں نے اپنی رائے سے رجوع کر لیا"۔

وہ درویش منش انسان تھے، اپنے علم و فضل پر قطعی ناز نہ کرتے تھے۔ ان کے شاگرد عبداللہ یوسف الغریب کا بیان ہے کہ ایک دفعہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کو بیان کیا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے بے عمل عالم کو جہنم میں جھونکا جائے گا تو شیخ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور انہوں نے بلک بلک کر رونا شروع کر دیا۔

ڈاکٹر صہیب حسن کہتے ہیں کہ کالج کا وقت ختم ہونے کے بعد طالب علم حرم مدنی جانے کے لئے بسوں کی طرف لپکتے۔ شیخ اپنی گاڑی میں نکلتے۔ جو طالب بس سے رہ جاتے ان کو ساتھ بٹھا کر حرم مدنی پہنچا دیتے اور راستے میں طالب علموں کو کسبِ فیض کا موقعہ بھی مل جاتا۔

شیخ کی زندگی کے آخری دو سال حالتِ مرض میں گزرے۔ وہ جگر اور پھیپھڑوں کے مرض میں مبتلا تھے۔ آخری تین ماہ تک تو وہ حرکت تک نہیں کر سکتے تھے مگر حافظہ آخری سانس تک قوی رہا، جب بھی طبیعت سنبھلتی تو کہتے میری کتاب لاؤ، کتاب پڑھتے اور حاضرین کو حدیث املاء کرواتے۔ زندگی کے آخری لمحات میں ان کا بیٹا عبد اللطیف، بیٹی انیسہ اور داماد نظام سکجھا موجود تھے۔ یہ نظام وہی ہیں جنہوں نے اپنے مکتبہ اسلامیہ

سے شیخ کی تصنیف جلباب المرأة المسلمة کی دیدہ زیب طباعت کا اہتمام کیا۔ سنّت پر عمل کرنے کا یہ عالم تھا کہ وصیت کی کہ میری میت کو جلد از جلد دفن کیا جائے۔ ان کی وفات مغرب سے پہلے ہوئی اور نماز عشاء کے فوراً بعد ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔

محمد عید عباسی، علی حمد خشان، محمد ناصرالدین ترثانی، محمد ابراہیم شقرہ، عبداللہ یوسف الغریب اور شیخ علی حسن حلبی علامہ ناصرالدین البانی کے شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔ مؤخرالذکر کو بیس برس تک سفر و حضر میں اپنے شیخ کی خدمت کا موقعہ ملا۔ آخری مہینوں میں تو وہ تقریباً روزانہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ گھربار اور کتب خانہ کی ضروریات کو پورا کرتے۔ ان کے علاوہ تقریباً تمام اسلامی ممالک کے بے شمار طلبہ نے مدینہ یونیورسٹی میں ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

علمی مرتبہ اور مقام

قرآن، حدیث، فقہ اور عقائد پر ان کو کامل دسترس حاصل تھی۔ بقول ڈاکٹر صہیب حسن "وہ فن مناظرہ کے بھی ماہر تھے، مخالف کو نہ تو موضوع سے خارج ہونے دیتے اور نہ بھاگنے کا موقع دیتے۔ یا تو وہ حقیقت کا اعتراف کرلیتا یا لاجواب ہو کر خاموش ہو جاتا"۔
فن حدیث ان کا اصل میدان ہے۔ اس گئے گزرے دور میں انہوں نے سلف صالحین کی یاد تازہ کردی، جنہوں نے شریعت کے دوسرے بڑے ماخذ کی بحث و تحقیق میں اپنی عمریں کھپادیں۔ یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس طرح صحاح ستہ کی تدوین کرنے والے ائمہ عجمی تھے اسی طرح دور حاضر میں علمِ حدیث کا واقفِ اسرار امام بھی عجمی نژاد تھا۔

مسلمانوں کے زوال کے بعد جس طرح فقہ میں اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا بالکل اسی طرح حدیث میں بحث و تحقیق کا کام رک گیا۔ چھٹی صدی ہجری میں محدث ابنِ جوزی گلہ کرتے ہیں کہ اس فن کے علماء کمیاب ہیں۔ ابنِ جوزی کے زمانہ کا تو حال یہ تھا، جبکہ اس زمانہ میں تو اس فن کے علماء عنقاء ہیں۔ کہنے کو تو ہر مکتب فکر کے مدرسہ میں ایک محدث بیٹھا ہوا ہے لیکن بحث و تحقیق میں اس کا علم ان کتابوں تک محدود ہے جو سلف صالحین لکھ گئے ہیں، تخلیقی کام کی نہ اس میں استعداد ہے نہ خواہش۔ انہوں نے حدیث کی سند اور متن کو شجر ممنوعہ قرار دے رکھا ہے۔ مذہبی تعصب نے تحقیق کی جگہ لے لی ہے۔ نتیجتاً سنّتِ نبوی ؐ کا روشن چہرہ موضوع اور ضعیف روایات نے دھندلا دیا ہے۔ اللہ نے شیخ

البانی کو توفیق بخشی کہ وہ کھرے کھوٹے کو پرکھ کر سُنّتِ نبویؐ کے اس چہرے کو نمایاں کریں جو عہدِ نبوت اور خلافتِ راشدہ کے دور میں دمک رہا تھا اور اس زنگ کو صاف کریں جو تقلید اور تعصب کی وجہ سے ذہنوں کو لگ چکا ہے۔ یہی وہ کارنامہ ہے جس کی وجہ سے شیخ ناصرالدین کو خراج تحسین پیش کیا گیا ہے اور ان کی کاوشوں کو سراہا گیا ہے۔

شیخ عبدالعزیز بن باز شیخ البانی کو محدثِ دوراں کا خطاب دیتے ہوئے فرماتے ہیں "ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے حدیث شریف اور سُنّتِ نبویؐ کی خدمت کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دیا۔ میں نے ان کی بہت سی کتابیں پڑھی ہیں اور استفادہ کیا ہے"۔ نوجوانانِ عالم کی مجلس (الندوۃ العالمیة للشباب الاسلامی) کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر مانع بن حماد الجہنی کہتے ہیں "وہ اس لائق ہیں کہ کہا جائے کہ دور حاضر میں آسمان کے نیچے ان سے بڑھ کر علم حدیث جاننے والا کوئی نہیں"۔ انہوں نے شیخ کا نام شاہ فیصل ایوارڈ کے لئے تجویز کیا جو پچھلے سال انہیں ملا۔ ڈاکٹر صہیب حسن نے بیسویں صدی میں انہیں علمِ حدیث کا معجزہ قرار دیا ہے۔ ڈاکٹر عبدالحکیم زیدان مجموعة البحوث العصریة میں انہیں محدثِ دوراں کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ ابی معاذ الشیبانی نے حیاة الألبانی اور ابی اسامہ سلیم بن عبدالهادی نے الألبانی محدثا و فقیها و داعیا الی اللّٰہ کے نام سے کتابیں لکھی ہیں۔ یہ کتابیں مجھے دستیاب نہ ہو سکیں۔

ان کے مداح تو بہت ہیں لیکن ان کے ناقدین ان سے بھی بڑھ کر ہیں۔ ان کا قصور صرف یہ ہے کہ انہوں نے علمِ حدیث کے جمود کو توڑا ہے اور خوب سے خوب تر کی تلاش میں جانچ اور پرکھ کے کام کو آگے بڑھانے کی غرض سے احادیث کے مجموعوں میں عام طور پر اور کتبِ ستّہ میں خاص طور پر صحیح کو ضعیف سے الگ کیا ہے۔ اور یہ کام اس زمانے میں گناہ تصور کیا جاتا ہے۔ ان کے ناقدین کی یہ خواہش تھی کہ وہ ٹک کر کام نہ کر پائیں۔ چنانچہ شیخ کی پے بہ پے ہجرتوں کے پس پردہ یہی عوامل کارفرما تھے۔ مخالفین نے طعن و تشنیع کے جو تیر برسائے ان کا ذکر شیخ نے اپنی بعض تصانیف میں کیا ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے یہ شعر نقل کئے ہیں ؎

وَلَسْتُ بِنَاجٍ مِنْ مَقَالَةِ طَاعِنٍ
وَلَوْ كُنْتُ فِيْ غَارٍ عَلٰى جَبَلٍ وَعْرٍ

وَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْجُوْ مِنَ النَّاسِ سَالِمًا
وَلَوْ غَابَ عَنْھُمْ بَیْنَ خَافِتِیْ نَسرٖ

ان تمام رکاوٹوں کے باوصف شیخ نے تن تنہا وہ کارنامہ سرانجام دیا جو ایک ادارہ مل کر بھی نہیں کر سکتا تھا۔ شیخ البانی کو خراج تحسین پیش کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ان کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جائے جس میں شیخ موصوف کے شاگرد مل جل کر اس کام کو جاری رکھیں جس کی طرح انہوں نے ڈالی ہے۔ شیخ کے یہاں ایسی احادیث کا بہت بڑا مجموعہ موجود تھا جس کی ابھی چھان پھٹک نہیں ہوئی۔

تالیفات

علامہ شیخ البانی کی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف کی تعداد تین سو کے لگ بھگ ہے۔ ان کی کتابیں حدیث' فقہ اور عقائد کے موضوعات پر ہیں۔ ابھی تک ان کی صرف نصف تصانیف زیورِ طباعت سے آراستہ ہو سکی ہیں۔ ان کی بہت سی کتابیں سوریا (شام) میں المکتب الاسلامی کے مالک زہیر الشاویش نے شائع کیں۔ لیکن سوریا سے عمان کی طرف ہجرت کے بعد اس ناشر نے جب کتاب "التنکیل بما فی تانیب الکوثری من اباطیل" کی تحقیق میں شیخ کے نام کے ساتھ اپنا نام بھی شامل کر کے علمی خیانت کا ارتکاب کیا تو شیخ نے اس کو اپنی تمام کتابوں کی طباعت سے منع کر دیا۔ اب طباعت کے حقوق مکتب المعارف' ریاض سعودی عرب کے شیخ سعد بن عبدالرحمٰن الراشد کے پاس ہیں۔ شیخ کے خطبات اور دروس پر مشتمل کیسٹوں کی تعداد سات ہزار سے زیادہ ہے۔ ان کی چند مشہور تصانیف درج ذیل ہیں۔

حدیث :

بنیادی طور پر شیخ البانی محدث ہیں اور ان کے جوہر اسی میدان میں کھلے ہیں۔ حدیث کی بحث و تحقیق میں شیخ نے صرف ان مسلّمہ اصول و ضوابط کو پیش نظر رکھا ہے جو ائمہ حدیث کے وضع کردہ ہیں۔ ان کا منفرد انداز یہ ہے کہ وہ مختلف احادیث کے متون' اضافوں اور زوائد کو یکجا کر لیتے ہیں' پھر ان کو حدیث کے قواعد پر پرکھتے ہیں۔ ایک ہی حدیث کے مختلف متون کے تقابلی مطالعہ سے صحت اور ضعف کے متعلق رائے قائم کرنے

میں آسانی ہو جاتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ حدیث کا اصلی مفہوم بھی نکھر کر سامنے آ جاتا ہے۔ اس تحقیق کے سلسلہ میں وہ شخصیات سے متاثر ہوئے بغیر اپنی رائے پیش کرتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو ضعیف حدیثوں کے برے اثرات سے محفوظ رکھا جائے' کیونکہ انہوں نے مسلمانوں کے عقائد کو مسخ کر دیا ہے۔ اس حقیقت کے پیش نظر انہوں نے سنن اربعہ' یعنی سنن ابن ماجہ' سنن نسائی' سنن ترمذی اور سنن ابی داؤد کی صحیح اور ضعیف حدیثوں کو الگ الگ کر دیا۔ اندھی تقلید کے اس دور میں یہ بڑے حوصلے اور ہمت کا کام تھا۔ اس کام کو شیخ البانی جیسا مردِ درویش ہی کر سکتا تھا۔

① **سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة واثرها السيئ في الأمة**

(ضعیف اور موضوع احادیث کا سلسلہ اور امت پر ان کے بُرے اثرات) : یہ ان مقالات کا مجموعہ ہے جو وقتاً فوقتاً دمشق کے رسالہ التمدن الاسلامی میں چھپتے رہے۔ قارئین کی فرمائش پر مقالات کو کتاب کی شکل دی گئی۔ شدہ شدہ ان احادیث کی تعداد پانچ ہزار تک پہنچ گئی۔ شروع شروع میں ہر جلد میں سو سو احادیث کو جمع کیا گیا۔ بعد ازاں ہر جلد میں احادیث کی تعداد پانچ سو تک بڑھا دی گئی۔ اس طرح کل دس جلدیں بنتی ہیں' جن میں سے چھ جلدیں چھپ چکی ہیں اور ساتویں زیر طبع ہے۔ یہ شیخ البانی کی محبوب ترین تصنیف ہے اور ان کو اس پر بجا طور پر ناز ہے۔ اس کے سبب تالیف کے بارے میں فرماتے ہیں :

> "ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں ابو احمد عبداللہ بن بکر بن محمد الزاہد کا یہ قول نقل کیا ہے : "کتاب اللہ کے بعد سب سے زیادہ بابرکت اور دینی و دنیوی سعادت کا ضامن علم حدیث ہے۔ اس کی مثال اس چمن زار کی ہے جس میں برکت ہی برکت اور خیر ہی خیر ہو"۔

شیخ البانی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

> "اس چمن زار میں ضعیف اور موضوع احادیث کی شکل میں طفیلی جھاڑیاں اگ آئی ہیں۔ لوگوں کی جہالت کے باعث وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان جھاڑیوں نے اصل پودوں کا روپ دھار لیا ہے۔ میرے ذہن میں یہ خیال آیا کیوں نہ ان جھاڑیوں کو کانٹ چھانٹ کر الگ کر دیا جائے' تاکہ مسلمان ان کے شر سے بچ جائیں۔"

شیخ کا طریق تحقیق یہ ہے کہ وہ ہر حدیث کے آغاز میں اپنی رائے دیتے ہیں کہ حدیث باطل ہے'یا موضوع ہے'یا منکر ہے'یا ضعیف ہے۔ پھر اس حدیث کی تخریج کرتے ہیں'پھر اکابر محدثین کے وضع کردہ اصولوں کی روشنی میں اس کی سند اور متن کو پرکھتے ہیں۔ حدیث کے بارے میں اکابر محدثین یا معاصر علماء کی رائے سے اختلاف بھی کرتے ہیں اور مدلل انداز میں اس کی توجیہہ پیش کرتے ہیں۔ بقول شیخ ان کے یہاں ان احادیث کے علاوہ ہزاروں احادیث اور بھی موجود ہیں جو ضعیف ہیں۔

④ <u>سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيئ من فقهها وفوائدها (صحیح احادیث) کا سلسلہ ان کا تھوڑا سا فقہی مفہوم اور فوائد)</u> : یہ بھی پہلے سلسلہ کی مانند التمدن الاسلامی میں شائع ہونے والے مقالات کا مجموعہ ہے۔ اس لئے اس مجموعہ میں تبویب اور ترتیب کا خیال نہیں رکھا گیا۔ سبب تالیف سے متعلق علامہ البانی فرماتے ہیں :

> "ضعیف احادیث کے سلسلہ کے شائع ہونے کے بعد میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ اس مجموعہ سے صرف اسی صورت میں کماحقہ فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے اگر تمام ضعیف احادیث کا احاطہ کر دیا جائے جو ناممکن کام ہے'چنانچہ ضعیف احادیث کے پہلو بہ پہلو صحیح احادیث کی اشاعت کا فیصلہ کیا تاکہ بیماری کی تشخیص کے ساتھ ساتھ اس کی دوا بھی تجویز ہو جائے"۔

سلسلہ اسناد اور حدیث کے متن کی تحقیق کے ساتھ ضمناً بعض لغوی اور فقہی مسائل کی بحث بھی آگئی ہے۔ اس کی پانچ جلدیں چھپ چکی ہیں اور چھٹی زیر طبع ہے۔ بقول شیخ ان کے یہاں ان احادیث کے علاوہ سینکڑوں احادیث اور بھی موجود ہیں جو صحیح ہیں۔

⑤ <u>ارواء الغليل في تخريج احاديث منار السبيل۔ منار السبيل في شرح دليل الطالب</u> : یہ فقہ حنبلی کی بنیادی کتاب ہے۔ اس کے مصنف شیخ ابراہیم بن محمد بن سالم بن ضویان ہیں۔ انہوں نے یہ کتاب علامہ شیخ مرعی بن یوسف الکرمی کی کتاب "دلیل الطالب" کی شرح کے طور پر لکھی ہے۔ شیخ ناصر الدین البانی نے اس کتاب میں وارد احادیث کی تخریج کی ہے۔ مقدمہ میں فرماتے ہیں کہ :

> "دوسرے مکتبہ ہائے فکر کی مانند فقہ حنبلی کی کسی کتاب کی تخریج نہیں ہوئی تھی۔

میں نے اس کی تخریج اس لئے کی ہے کہ فقہ حنبلی سُنّت سے قریب تر ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ فقہ کے مسئلہ میں کوئی ضعیف حدیث سے سند نہ پکڑے۔ پھر جب تک اسلام کے چہرے سے وہ گردوغبار صاف نہ کردیا جائے جو صدیاں گزرنے کے ساتھ ساتھ اس پر جم گیا ہے' اسلام کی نشاۃ ثانیہ ممکن نہیں۔ پھر احادیث کی تنقیح سے ان اہل بدعت کا منہ بند ہو جائے گا جو صرف قرآن کو ماخذ گردانتے ہوئے سُنّت کا انکار کرتے ہیں"۔

شیخ نے صرف تخریج ہی نہیں کی بلکہ پہلے وہ حدیث کے مرتبہ کو بھی بیان کرتے ہیں' پھر اس کی تخریج کرتے ہیں' پھر سند کے صحیح یا ضعیف ہونے کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں۔ لیکن یہ گفتگو صرف اس وقت کرتے ہیں جب بخاری اور مسلم (شیخین) نے اس کی تخریج نہ کی ہو۔ جہاں انہیں سند نہیں ملتی وہاں وہ صرف اہل علم کی تخریج اور تحقیق کو نقل کردیتے ہیں۔ اس صورت میں وہ حدیث کا مرتبہ بھی بیان نہیں کرتے۔ اس کتاب میں وارد حدیثوں کی تعداد تین ہزار ہے۔ یہ آٹھ جلدوں میں طبع ہوئی ہے۔ شیخ عبدالعزیز بن باز نے اس کتاب کو اپنے حلقہ درس کے لئے مقرر کیا ہوا تھا۔

تخریج کا فن وسعت مطالعہ کا تقاضا کرتا ہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ میں یونہی بغیر سوچے سمجھے اپنی رائے کا اظہار نہیں کردیتا۔ یہ رائے اس علم کے ساتھ میری پچاس سالہ وابستگی کا نتیجہ ہے۔ اس کے حصول کے لئے میں نے شب و روز بڑے ذوق و شوق سے محنت کی ہے۔ احادیث کے متون اور اسناد کا گہری نظر سے مطالعہ کیا ہے۔ حدیث کے علاوہ تفسیر' سیرت' تاریخ' رقائق اور زہد کی کتابوں کا بھی مطالعہ کیا ہے۔

شیخ البانی کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے صحیحین کا اختصار کیا ہے اور سنن ابنِ ماجہ' ترمذی' نسائی اور ابی داؤد کی صحیح اور ضعیف حدیثوں کو الگ الگ کیا ہے۔ ایسے ماحول میں جہاں کتبِ ستّہ کی کسی حدیث پر رائے زنی کرنا گناہ سمجھا جاتا ہو' یہ بڑی ہمت اور حوصلے کا کام ہے۔

(۴) <u>**مختصر صحیح المسلم للمنذری**</u> : شیخ البانی نے سب سے پہلے اس کتاب کی تحقیق کی۔ ان کی احادیث پر نمبر لگائے' غریب کی شرح لکھی اور اس کے علاوہ مفید نوٹ لکھے۔ تحقیق سے پتہ چلا کہ حافظ منذری نے نہ صرف مسلم کی اسناد اور مکررہ متون کو

حذف کیا ہے بلکہ بعض غیر مکررہ متون کو بھی حذف کر دیا ہے۔ چنانچہ شیخ نے اسے اپنے طریقہ سے مختصر کرنے کا ارادہ کیا۔ ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۹ء ان کو دوسرے کئی علماء کے ساتھ دمشق جیل میں ڈال دیا گیا۔

⑤ مختصر صحیح المسلم : پہلے انہیں دمشق میں رکھا گیا۔ وہاں سے رہائی کے بعد دوبارہ گرفتار کر کے جزیرہ میں جلاوطن کر دیا گیا۔ وہاں ان کو کئی ماہ گزارنے پڑے۔ ان کے پاس صحیح مسلم، کچی پنسل اور ربڑ کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہاں انہوں نے مسلم کا اختصار شروع کیا اور تقریباً تین ماہ میں یہ کام مکمل کر لیا۔ شیخ فرماتے ہیں کہ اس جلاوطنی میں ان کو فراغت کے وہ لمحات میسر آئے جن میں انہوں نے اپنی کئی تصانیف کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

⑥ مختصر صحیح البخاری : صحیح مسلم کے اختصار کے بعد بعض دوستوں کی فرمائش پر مختصر وقفوں میں کئی ماہ کے بعد بخاری کا اختصار مکمل ہوا۔ اس مختصر میں صرف نبی کریم ﷺ سے روایت کرنے والے صحابی کا ذکر کیا ہے، باقی سند کو حذف کر دیا ہے۔ صحابہ کے علاوہ کہیں کہیں ان راویوں کا نام بھی بیان کیا گیا ہے جن کا ذکر نا گزیر تھا، یا جن کے ارد گرد کوئی قصہ گھومتا ہے۔ مکررہ روایات میں صرف ان روایات کا انتخاب کیا گیا ہے جو نسبتاً کامل ہیں، اور مختصر میں اسی روایت کو اصل گردانا گیا ہے۔ ایسے فوائد اور زوائد جو اصل روایت میں موجود نہیں، ان کو سیاق و سباق کو پیش نظر رکھ کر اصل روایت کے ساتھ موزوں مقامات پر بریکٹ میں لکھ دیا ہے۔ اگر حدیث اصل روایت کے صحابی کے علاوہ کسی اور طریقے سے روایت کی گئی ہو تو لکھ دیا ہے : فِیْ طَرِیْقٍ وَّاحِدٍ فِیْ طَرِیْقٍ ثَانٍ وَفِیْ طَرِیْقٍ ثَالِثٍ (ایک طریقہ، دوسرا طریقہ، تیسرا طریقہ) تاکہ یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ یہ طریقہ غریب یا شاذ ہے۔

صحیح میں مرفوع (موصول) اور موقوف (معلق) دونوں قسموں میں صحیح، حسن اور ضعیف حدیثیں پائی جاتی ہیں۔ مختصر میں ان متون کو محفوظ کر لیا گیا ہے۔ احادیث مرفوعہ میں ان کے مرتبہ کو بیان کر کے تخریج کو مختصراً حاشیہ میں درج کیا گیا ہے، جبکہ موقوف میں صرف تخریج پر اکتفا کیا گیا ہے اور کہیں کہیں حدیث کے مرتبہ کا ذکر بھی کر دیا گیا ہے۔ یہ مختصر چار جلدوں میں ہے جن میں سے دو طبع ہو چکی ہیں اور تیسری زیر طبع ہے۔

⑦ تا ⑭ صحیح السنن الأربعہ و ضعیف السنن الأربعہ : شیخ البانی کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے سنن ابنِ ماجہ 'سنن ترمذی 'سنن نسائی اور سنن ابو داؤد کی صحیح اور ضعیف حدیثوں کو الگ الگ کیا ہے۔ یہ خاصا ہمت اور حوصلے کا کام تھا جس کے لئے ان کو مخالفین کی گالیاں بھی سننی پڑیں۔

شیخ کے نزدیک صحاح ستہ کی اصطلاح درست نہیں۔ وہ بخاری اور مسلم کو صحیح مانتے ہیں اور سب کتابوں کے لئے صحاح ستہ کی جگہ کتب ستہ کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔

سنن اربعہ میں ان کا منہج یہ ہے کہ ہر حدیث کے آغاز میں صحت اور ضعف کے اعتبار سے اس کا مرتبہ بیان کیا ہے۔ اس کے بعد اپنی ان کتابوں کی طرف اشارہ کردیا ہے جس میں اس کی تخریج کی گئی ہے۔ متن اور سند کی صحت اور ضعف پر علمی قواعد کی رو سے بحث کی گئی ہے۔ شیخ صحیح ابنِ ماجہ کے دیباچہ میں فرماتے ہیں کہ :

> "صحت اور ضعف کا حکم میں صرف سلسلۂ سند کی بنا پر صادر نہیں کرتا' بلکہ میں راویوں کے تراجم' ان کے بارے میں جرح و تعدیل' اس بارے میں محدثین کے اختلاف' متون کے اختلاف اور متعلقہ حدیث کے مختلف طریقوں کو جانے بغیر اپنی رائے کا اظہار نہیں کرتا۔ بعض لوگ سند میں ثقہ راویوں کی وجہ سے صحت کا حکم صادر کردیتے ہیں اور دوسری شروط' جیسے علت اور شذوذ سے سلامتی کو پیش نظر نہیں رکھتے اور بعض کسی حدیث کو محض اس لئے ضعیف قرار دیتے ہیں کیونکہ ثقہ راوی منفرد ہوتا ہے' حالانکہ ان کو دوسرے شواہد کا علم نہیں ہوتا۔ کسی حدیث کو مرسل سمجھ بیٹھتے ہیں' حالانکہ دوسرے طریقوں میں وہ موصول ہوتی ہے"۔

شیخ نے ایک اور اہم نقطہ کی طرف سنن ابی داؤد کے دیباچہ میں اشارہ کیا ہے کہ بعض کتابوں میں ایک حدیث کو ضعیف لکھا ہے تو دوسری میں صحیح۔ اس کی وجہ انسان کی فطری کمزوری ہے۔ ایک رائے قائم کرنے کے بعد جب ان کو غلطی کا احساس ہوتا ہے تو وہ رجوع کرلیتے ہیں۔ ایک حدیث کے مرتبہ کو بیان کرنے کے بعد جب ان کو دوسرے شواہد کا علم ہوتا ہے جو ضعیف کی تقویت کرتے ہیں تو وہ صاف صاف دوسری رائے کا اظہار کردیتے ہیں جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ نے امام یوسفؒ سے کہا تھا کہ مجھ سے ہر بات سن کر نہ لکھ لیا کرو کیونکہ میں آج ایک رائے قائم کرتا ہوں اور کل اس کو چھوڑ دیتا ہوں۔ شیخ

نے اس کی مثال یہ دی ہے کہ انہوں نے اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت كَانَ يَقْرَأُهَا اَنَّهُ عَمِلَ غَيْرَ صَالِحٍ کے تحت لکھا ہے ضعیف الاسناد۔ ترمذی سے فارغ ہونے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کی صورت میں اس کا شاہد مل گیا تو سنن ابی داؤد میں اسے صحیح لکھ دیا۔ قاری کو اس نقطہ کو ذہن میں رکھنا چاہئے دگرنہ وہ خواہ مخواہ تنقید کرنے لگے گا۔

ان کتابوں میں سند کو مختصر کر دیا گیا ہے۔ مگر بقول شیخ یہ ان کا کام نہیں بلکہ ناشر کا کام ہے۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ہر حدیث کے بعد لکھا ہے کہ یہ حدیث' صحیح یا حسن یا ضعیف ہے۔ شیخ البانی اپنی آزادانہ رائے قائم کرتے ہیں' وہ ان کی تقلید نہیں کرتے۔ بعض ایسی احادیث جن کو ترمذی نے ضعیف قرار دیا ہے' شیخ نے ان کو صحیح یا حسن کا درجہ دیا ہے۔ بعض احادیث کو ترمذی نے حسن کہا ہے۔ شیخ البانی نے علمی تنقید کے بعد ان کو صحت کا درجہ دیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں بعض احادیث ایسی ہیں جن کو ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے لیکن شیخ کی نظر میں وہ ضعیف بلکہ موضوع ہیں۔ شیخ کی رائے یہ ہے کہ امام ترمذی نے صحیح احادیث کے بارے میں تساہل کیا ہے۔ احمد شاکر اور بعض دوسرے محققین نے جامع الترمذی کو جامع الصحیح کہا ہے' ان پر شیخ نے بہت ہی خوبصورت تنقید کی ہے جو ضعیف السنن الترمذی کے دیباچہ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ ضعیف السنن الاربعہ ایک ایک جلد میں اور صحیح السنن الاربعہ دو دو جلدوں میں شائع ہوئی ہیں۔

⑮ <u>صحيح الجامع الصغير وزيادته</u> : اس کے دیباچہ میں شیخ البانی فرماتے ہیں :

> "فائدے اور ترتیب کے اعتبار سے امام سیوطی کی کتاب حدیث کی بڑی اچھی کتاب ہے' لیکن اس میں تین نقص ہیں (۱) اس میں کئی احادیث خاص طور پر کتب ستہ کی احادیث بیان نہیں کی گئیں (۲) ترتیب میں وقت کو پیش نظر نہیں رکھا گیا (۳) اس میں ہزاروں ضعیف اور منکر احادیث کے ساتھ سینکڑوں موضوع اور باطل احادیث ہیں۔ پہلے نقص کا ازالہ سیوطی نے خود زوائد لکھ کر دیا ہے۔ دوسرے کا ازالہ شیخ یوسف نبہانی نے اپنی کتاب اَلْفَتْحُ الْكَبِيْرُ فِي ضَمِّ الزِّيَادَةِ اِلَى الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ میں کر دیا ہے۔ اب حدیث تلاش کرنے میں وقت ضائع نہیں ہوتا۔ تیسرا نقص بہت بڑا نقص ہے۔ علامہ مناوی نے اپنی کتاب

فیض القدیر شرح الجامع الصغیر میں اس کے ازالہ کی کاوش کی ہے لیکن انہوں نے زوائد کو چھوڑ کر صرف "الجامع" کی چھان پھٹک کی ہے حالانکہ زوائد نصف کتاب کے برابر ہیں۔ ۱۳۸۲ھ میں حرم مکی میں میرے ہاتھ علی بن احمد باصبرین کی کتاب اِتِحَافُ النَّاقِدِ الْبصیر بِخُصُوْصِ صَحِیْحِ الْجَامِعِ الصَّغِیْرِ کا قلمی نسخہ لگا۔ اس کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ مصنف حاطب اللیل ہے اور فن حدیث سے بے بہرہ ہے۔ اس کی رائے قابل اعتماد نہیں۔ اس نے الجامع میں جس حدیث کے سامنے (ص) کی رمز تھی اسے صحیح جس کے آگے (ح) کے رمز تھی اس کو حسن اور جس کے آگے (ض) کی رمز تھی اسے ضعیف گردان لیا حالانکہ یہ رموز قابل اعتماد نہیں ہیں۔ کتاب الزیادۃ علی الجامع الصغیر کی احادیث کی کسی نے پرکھ نہیں کی۔ مجھے خیال آیا کہ یہ کام کیوں نہ میں سرانجام دوں۔ کام وقت طلب تھا مگر ایک تو میری تصانیف میں ایک تہائی احادیث کی تخریج و تحقیق پہلے ہی ہو چکی تھی۔ پھر تقریباً دس برس سے میرے پاس چالیس جلدوں میں احادیث کا ایک بیش بہا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا جو میں نے دمشق کے المکتبہ الظاہریہ، حلب کے مکتبہ الاوقاف الاسلامیہ، مسجد نبویؐ کے المکتبہ المحمودیہ اور مدینہ منورہ کے مکتبہ عارف حکمۃ کے قلمی نسخوں سے اور سیرت، تاریخ اور تراجم کی غیر مطبوعہ کتابوں سے نقل کی تھیں۔ جب بھی مجھے الجامع الصغیر کے سلسلہ اسناد کی ضرورت پڑتی وہ مجھے اس ذخیرے میں مل جاتا۔ اس طرح صحیح و ضعیف کی تحقیق کا کام میرے لئے آسان ہو گیا۔ میں نے یہ کام اسناد کے گہرے مطالعہ کے بعد سرانجام دیا۔

حافظ سیوطی نے خاص طور پر زیادۃ الجامع کی بعض احادیث کو صحیحین کے علاوہ دوسری کتابوں کی طرف منسوب کیا ہے حالانکہ وہ ان دونوں میں یا ان دونوں میں سے کسی ایک میں موجود تھیں۔ کبھی وہ ان احادیث کو ایسے مصنفین کی طرف منسوب کر دیتے ہیں جو صحت کا خیال نہیں رکھتے حالانکہ وہ احادیث ابن خزیمہ، ابنِ حبان اور حاکم جیسے ثقہ مصنفین کی کتابوں میں بھی موجود ہیں۔ کبھی وہ احادیث کو نچلے طبقے کے محدثین کی طرف منسوب کر

دیتے ہیں حالانکہ وہ امام احمد جیسے اعلیٰ طبقہ کے محدثین کے یہاں موجود ہیں۔ میں نے ان سب احادیث کا استدراک کیا ہے"۔

اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ کتاب شیخ البانی کی تخلیقی کاوش ہے۔ یہ کتاب چھ اجزاء میں طبع ہو چکی ہے۔

⑯ ضعیف الجامع الصغیر وزیادته : یہ کتاب چھ اجزاء میں طبع ہو چکی ہے۔

⑰ صحیح الترغیب والترھیب (۳ جلدیں) صرف پہلی جلد طبع ہو چکی ہے باقی دو جلدیں زیر طبع ہیں۔

⑱ صحیح الادب المفرد (مطبوعہ) ضعیف الادب المفرد

ان کے علاوہ جن کتابوں کی احادیث کی تخریج شیخ البانی نے کی ہے' وہ درج ذیل ہیں :

⑲ تخریج الاحادیث المختاره لضیاء المقدسی۔ ⑳ مشکاة المصابیح للخطیب التبریزی (تین جلدیں مطبوعہ) مصنف نے اس کی دو بار تخریج کی ہے۔ ㉑ اصلاح المساجد عن البدع والعوائد للقاسمی (مطبوعہ) ㉒ اقتضاء العلم العمل للخطیب البغدادی (مطبوعہ) ㉓ الایمان لابن ابی شیبة (مطبوعہ) ㉔ شرح العقیدة الطحاویة لابن ابی العز (مطبوعہ) ㉕ الصیام لابن تیمیه (مطبوعہ) ㉖ العلم لابن ابی خیثمة (مطبوعہ) ㉗ فضائل الشام للربعی ㉘ فضل الصلاة علی النبی صلی الله علیه وسلم للقاضی اسماعیل الجهضمی (مطبوعہ) ㉙ فقه السیرة للغزالی (مطبوعہ) ㉚ الکلم الطیب لابن تیمیه (مطبوعہ) ㉛ مادل علیه القرآن للالوسی (مطبوعہ) ㉜ مساجلة علمیة بین العز ابن عبدالسلام و ابن الصلاح (مطبوعہ) ㉝ مشکلة الفقر للقرضاوی (مطبوعہ) ㉞ غایة المرام فی تخریج احادیث الحلال والحرام للقرضاوی (مطبوعہ) ㉟ ظلال الجنة فی تخریج احادیث کتاب السنة لابن ابی عاصم (مطبوعہ ۲ جلدیں) ㊱ الروض النضیر فی ترتیب و تخریج معجم الطبرانی الصغیر (دو جلدیں)

درج ذیل کتابوں پر تعلیقات (حواشی) لکھے ہیں :

㊲ التعلیق الرغیب علی الترغیب والترھیب للمنذری ㊳

التعليق على الاحكام الوسطى للاشبيلی ۞۳۹ التعليق على سبل السلام شرح بلوغ المرام للصنعانی ۞۴۰ التعليق على سنن ابنِ ماجه ۞۴۱ صحيح ابنِ خزيمه ۞۴۲ زاد المعاد لابن القيم ۞۴۳ التعليقات الندية على الروضة الندية لصديق حسن خان

اس کے علاوہ ۞۴۴ رياض الصالحين للامام النووی کی تحقیق کی ہے (مطبوعہ)۔ جن احادیث کی شیخ نے تخریج کی ہے ان کی فہرست دو جلدوں میں الجامع المفهرس لأطراف الأحاديث النبويه کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ تخریج اور تحقیق کی کتابوں میں شیخ نے اہم تنبیہہ یہ کی ہے کہ جب میں کسی حدیث کے متعلق صحیح یا حسن کہوں تو اس سے مراد حدیث کا متن ہوتا ہے کیونکہ سند یا تو صحیح لذاتہ ہوتی ہے یا صحیح لغیرہ (یعنی یا خود صحیح ہوتی ہے یا دوسری روایت کی وجہ سے صحیح کہلاتی ہے) اسی طرح سند یا تو حسن لذاتہ ہوتی ہے یا لغیرہ۔ اور جب میں حسن صحیح کی اصطلاح استعمال کرتا ہوں تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ سند حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ ہے۔

فقہ :

شیخ اپنے آپ کو سلفی کہتے ہیں، اس لئے وہ اندھی تقلید کے قائل نہیں۔ اپنی کتاب صفة صلاة النبی ﷺ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں "کسی خاص مسلک کی تقلید اور ہر حال میں اس کی حمایت خواہ وہ سنّت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو ایک ایسی لاعلاج بیماری ہے جس میں تمام اسلامی ممالک کے باشندے مبتلا ہیں۔ میرا منہج یہ ہے کہ میں وہی بات کہتا ہوں جو سنّت صحیحہ سے ثابت ہو۔ مختلف مکاتب فکر کے پیرو کاروں کو میرا یہ انداز بھاتا نہیں، حالانکہ یہی منہج ائمہ اربعہ کا تھا۔ ہر امام یہی کہتا ہے کہ میرے قول کے مقابلہ میں اگر امام الانبیاء ﷺ کا قول مل جائے تو میرے قول کو چھوڑ دو"۔ وہ قاری کو تقلید کی تنگنایوں سے نکال کر سنّت کی پہنائیوں میں لانا چاہتے ہیں۔ یہی ان کا قصور ہے جس کی وجہ سے ان کی مخالفت کی گئی۔ انہوں نے کئی مسائل میں ہمارے یہاں کے سلفیوں سے بھی اختلاف کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلفی حضرات بھی ان کی کتابوں کا اردو ترجمہ کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

تصانیف :

① **التنكيل بما في تانيب الكوثري من الاباطيل** : یہ شیخ عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی الیمانی کی تالیف ہے جو انہوں نے عبدالسلام کوثری کے رد میں لکھی ہے۔ عبدالسلام کوثری غالی حنفی ہیں' جنہوں نے ائمہ حدیث کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے' یہاں تک کہ بعض صحابہؓ بھی ان کے طعن سے محفوظ نہ رہے۔ قصور ان کا یہ تھا کہ امام ابو حنیفہؒ ان کی روایات کو قبول نہیں کرتے۔ امام مالکؒ کے متعلق وہ کہتا ہے کہ مولیٰ تھے عربی الاصل نہ تھے۔ یہی حال امام شافعیؒ کا تھا جو اس کے نزدیک غیر فصیح تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق اس کی رائے ہے کہ فقہ سے ناواقف تھے۔ یہ عجیب تضاد ہے کہ وہ فقہ اور علم کلام میں اپنے آپ کو مقلد کہتا ہے مگر جرح و تعدیل میں مجتہد مطلق کے منصب پر فائز نظر آتا ہے۔ شیخ البانی نے اس کتاب کو تحقیق کے بعد پہلی مرتبہ شائع کیا اور اس پر حواشی بھی لکھے۔ یہ کتاب فیصل آباد سے بھی چھپ چکی ہے۔

② **صفة صلاة النبي صلى الله عليه وسلم** : فقہ پر شیخ کی مشہور ترین اور مقبول ترین کتاب ہے جس کے ہزارہا نسخوں پر مشتمل بیس کے قریب ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ اس کتاب کی تصنیف کا سبب بیان کرتے ہوئے شیخ فرماتے ہیں :

> "نماز جس قدر نبی کریم ﷺ کے طریقہ سے قریب تر ہوگی اسی قدر اس کا مرتبہ اور مقام بلند ہوگا۔ جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ نبی کریم ﷺ کیسے نماز پڑھا کرتے تھے اس وقت تک ہم نماز کے ثمرات سے بہرہ ور نہیں ہو سکتے۔ ہر مکتب فکر کی کتابوں میں ایسی باتیں موجود ہیں جن کو دوسرا مکتب فکر تسلیم نہیں کرتا اور ایسے ایسے اقوال و افعال موجود ہیں جن کی نسبت نبی ﷺ کی طرف روا نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین نے فقہ کی مستند کتابوں میں درج احادیث کی تخریج کی ہے۔ جب مجھے اس موضوع پر جامع کتاب نہ ملی تو مجھے خیال آیا کہ میں ایسی کتاب لکھوں جو تکبیر سے لے کر سلام تک نبی پاک ﷺ کی نماز کا نقشہ کھینچ دے۔ اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر میں نے احادیث کا مطالعہ کیا۔ اس مطالعہ کا نتیجہ زیر نظر کتاب ہے۔ اس کتاب میں مجہول اور ضعیف روایات سے بچتے ہوئے صرف سنتِ ثابتہ پر اعتماد کیا گیا ہے۔ کتاب کے ایک حصہ میں پوری حدیث

کا متن یا اس کا کچھ حصہ ترتیب کے ساتھ مناسب جگہ پر بیان کیا گیا ہے۔ اگر ایک ہی صحابی کی روایت میں کسی دوسرے طریقہ سے کوئی اضافہ موجود ہو تو حدیث کے متن کے ساتھ مناسب جگہ پر بریکٹ میں اسے بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کے دوسرے حصہ میں جرح و تعدیل کے قواعد کے مطابق حدیث کے 'متن' سلسلۂ اسناد اور شواہد پر بحث کی گئی ہے۔ ہر حدیث کے بارے میں مختلف فقہاء کے دلائل کو یکجا کر کے ان پر بحث کی گئی ہے۔ اس تحقیق کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں جو پہلے حصہ میں بیان ہوا۔ یہ ایسی بات ہے جو اور کسی کتاب میں نہیں ملتی"۔

سعودی عرب میں میں نے سب سے پہلے شیخ کی یہی کتاب پڑھی۔ اسی سے مجھے فقہ کے تقابلی مطالعہ کا شوق ہوا۔ سید سابق کی فقہ السنہ پھر ابنِ رشد کی بدایۃ المجتہد پڑھی۔ شیخ کی دوسری کتابوں کا ذوق و شوق سے مطالعہ کیا اور مجھ جیسا اندھا مقلد تاریکیوں سے نکل کر سُنّت ثابتہ کی روشنی میں آ گیا۔

(۳) <u>آداب الزفاف فی السنۃ المطہرۃ</u> : (مطبوعہ) استاد عبدالرحمٰن الباني کی فرمائش پر یہ کتاب شیخ نے لکھی۔ عبدالرحمٰن نے اپنے خرچ پر اسے شائع کیا اور ان کی شادی کے موقع پر مفت تقسیم کی گئی۔ فضیلۃ الشیخ محب الدین الخطیب نے کتاب کا مقدمہ لکھا اور تمنا کی کہ تمام معاشرتی موضوعات پر اس قسم کی کتابیں لکھی جائیں۔ اس کتاب میں دلہن کی رخصتی سے لے کر دعوتِ ولیمہ تک کے تمام آداب کو سُنّت صحیحہ کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔ وہ اہم ترین مسئلہ جس کے بارے میں شیخ نے اپنی رائے کا اظہار کیا ہے یہ ہے کہ سونا جس طرح مردوں کے لئے پہننا حرام ہے اسی طرح عورتوں کے لئے پہننا بھی حرام ہے۔ اس رائے کی بنیاد شیخ نے ان چار احادیث پر رکھی ہے جو سنن ابی داؤد میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سنن نسائی میں ثوبان رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور مسند امام احمد میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں۔ انہوں نے ان تمام ناقدین کے اعتراضات کا مدلل جواب دیا ہے جو ان حدیثوں کو مردوں کے لئے خاص سمجھتے ہیں یا منسوخ گردانتے ہیں یا اس مسئلہ پر اجماع کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ایشیائی ملکوں میں سونے کے بے دریغ استعمال اور اس سے پھوٹنے والی معاشرتی برائیوں کو پیش نظر رکھیں تو شیخ کی رائے بڑی وقیع معلوم ہوتی ہے۔

④ حِجَّة النبی ﷺ کما رواها جابر رضی اللّٰہ عنہ : (مطبوعہ) کتاب کا انداز وہی ہے جو صفۃ صلاۃ النبی ﷺ کا ہے۔ مسلم میں مروی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث کو بنیاد بنا کر نبی کریم ﷺ کے حج کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ جن مناسک کا اس حدیث میں بیان نہیں ان کو دوسری کتابوں سے تخریج کرکے اس میں شامل کر دیا گیا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے انسان حج کے سلسلہ میں غیر ضروری کوفت سے بھی بچ جاتا ہے۔ جیسا کہ حالت قران میں نبی پاک ﷺ نے ایک ہی بار سعی کی۔ لوگ حالت احرام میں سر ملنے سے بھی گریز کرتے ہیں حالانکہ اس کی بھی ممانعت نہیں۔ شیخ نے حج تمتع کی افضلیت پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

⑤ تحذیر الساجد من اتخاذ القبور المساجد : اس کتاب کے مقدمہ میں شیخ البانی لکھتے ہیں :

"چونکہ یہ رسالہ ان لوگوں کے رد میں لکھا گیا ہے جن کو سلف صالحین کے طریقے پر ہماری دعوت ایک آنکھ نہیں بھاتی' اس لئے اس میں تحقیق کی بجائے مناظرانہ انداز اپنایا گیا ہے جس میں لطافت کم اور کھرا پن زیادہ ہوتا ہے"۔

اس کتاب کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں قبروں پر مساجد بنانے کی وضاحت کی گئی ہے جبکہ دوسرے حصہ میں ان مساجد میں نماز پڑھنے کے حکم کی تفصیل ہے۔ پہلی فصل میں ان تمام احادیث کا بیان ہے جن میں قبروں پر مساجد بنانے کی ممانعت ہے۔ دوسری میں قبروں پر مساجد بنانے کے مطلب کی وضاحت کی گئی ہے۔ تیسری میں بتایا گیا ہے کہ قبروں پر مساجد بنانا گناہ کبیرہ ہے۔ چوتھی فصل میں شبہات کا جواب ہے۔ پانچویں میں اس حکمت کو اجاگر کیا گیا ہے جو ممانعت کے حکم میں مضمر ہے۔ چھٹی میں ان مساجد میں نماز پڑھنے کو مکروہ گردانا گیا ہے۔ ساتویں میں یہ بیان ہے کہ اس حکم میں مسجد نبوی ؐ کے علاوہ تمام مساجد شامل ہیں اور اس استثناء کی وجہ بتائی گئی ہے۔

⑥ حجاب المرأة المسلمة : یہ شیخ البانی کی معرکۃ الآراء تصنیف ہے۔ حال ہی میں اس کتاب کو شیخ کے داماد نظام سکجھا نے مکتبہ اسلامیہ سے محرم ۱۴۱۲ھ میں جلباب المرأة المسلمة کے نام سے شائع کیا ہے۔

⑦ احکام الجنائز و بدعها : (مطبوعہ) اس کا اردو ترجمہ ابو عبد الرحمٰن شبیر

بن نور صاحب نے کیا ہے جو سعودی عرب کے ایک چھوٹے سے شہر الدوادمی میں عدلیہ کے مترجم ہیں۔ اور اسے نور اسلام اکیڈمی لاہور نے شائع کیا ہے۔

⑧ تحقیق رفع الاشارعن بطلان ادلة القائلین بفناء النار (مطبوعہ) ⑨ تصحیح حدیث افطار الصائم قبل سفره بعد الفجر والرد علی من ضعفه (مطبوعہ) ⑩ تمام المنة فی التعلیق علی فقه السنة للسید سابق (مطبوعہ) ⑪ الثمر المستطاب فی فقه السنة والکتاب ⑫ التوسل انواعه واحکامه (مطبوعہ) ⑬ جزء صلاة الکسوف ⑭ خطبة الحاجة التی کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یعلمها اصحابه (مطبوعہ) ⑮ صلاة التراویح (مطبوعہ) ⑯ صلاة العیدین فی المصلی خارج البلد هی السنة (مطبوعہ) ⑰ مختصر تحفة المودود فی احکام المولود لابن قیم ⑱ نقد التاج الجامع للاصول الخمسة لمنصور علی ناصف ⑲ العقیدة الطحاویة الشرح والتعلیق ⑳ مناسک الحج والعمرة ㉑ قیام رمضان۔

ان تالیفات کے علاوہ مکتبہ دار المعارف ریاض سعودی عرب نے فقہی ٗ اعتقادی ٗ سیاسی اور اقتصادی مسائل پر شیخ البانی کے فتاویٰ کو دائرۃ المعارف کی شکل میں چالیس جلدوں میں شائع کرنے کا ذمہ لیا ہے۔

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے!

سالانہ خریدار متوجہ ہوں

ماہنامہ "میثاق" کے سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ ان کے پتوں کی تبدیلی سے متعلق اطلاعات مہینہ کی 20 تاریخ تک پہنچ جانی چاہئیں۔ 20 تاریخ کے بعد موصول ہونے والی اطلاعات پر عمل درآمد اگلے ماہ کے شمارے سے ہی ممکن ہو سکے گا۔ شکریہ

مدیر مکتبہ

دُعا قبول نہیں ہوتی؟

ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ تیسری صدی ہجری کے عظیم بزرگ تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید (سورۃ المومن : ۴۰ آیت : ۶۰) میں ارشاد فرماتا ہے کہ "تم مجھے پکارو، میں تمہاری دُعا قبول کروں گا"۔ ہم دُعا کرتے ہیں، مگر کیا وجہ ہے کہ وہ قبول نہیں ہوتی؟ ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا :

① تم اللہ کو مانتے ہو، مگر اس کی فرماں برداری نہیں کرتے۔
② تم قرآن مجید پڑھتے ہو، مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔
③ تم شیطان کو جانتے ہو، پھر بھی اس سے مفاہمت کرتے ہو۔
④ تم اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرتے ہو، مگر آپؐ کی سنت کو چھوڑ رکھا ہے۔
⑤ تم جنت کی چاہت رکھتے ہو، مگر اس کے حصول کیلئے کوئی محنت نہیں کر رہے۔
⑥ تم جہنم سے خوفزدہ ہو، مگر اس سے بچنے کی کوشش نہیں کر رہے۔
⑦ تم کہتے ہو کہ موت ایک حقیقت ہے، مگر اس کے لئے کوئی تیاری نہیں کر رہے۔
⑧ تم دوسروں کی خامیاں تلاش کرتے ہو، مگر اپنی خامی پر نظر نہیں رکھتے۔
⑨ تم اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا کھا رہے ہو، مگر اس کا شکر ادا نہیں کر رہے۔
⑩ تم اپنے مُردے دفن کرتے ہو، مگر اس سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتے۔
⑪ تم اپنے لئے عزت چاہتے ہو، مگر اپنے والدین اور بزرگوں کی تعظیم نہیں کرتے۔
⑫ تم اپنے لئے زیادہ سے زیادہ مال جمع کرنے کی کوشش کرتے ہو، مگر حاجت مند کو بھول جاتے ہو۔

پھر بھی گلہ کرتے ہو کہ ہماری دُعائیں قبول نہیں ہوتیں!!

(سید افتخار احمد)

اعلانیہ طور پر "کارِ دُنیا" میں ہمہ تن مشغولیت

کی خاطر خدمتِ دین کی اجتماعی سعی وجُہد سے پسپائی

علّامہ اقبال کے اشعار کی روشنی میں

تنظیم کے ایک رفیق کا خط اور امیرِ تنظیم کی جانب سے اس کا جواب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

۱۸/ نومبر ۹۹ء

محترم ڈاکٹر صاحب

السلام علیکم۔ اگرچہ والد صاحب سے PHYSICAL علیحدگی تو تھی ہی لیکن ان کی وفات کے بعد PSYCHOLOGICAL علیحدگی ہوئی تو ایک دم انتہائی تنہائی محسوس ہوئی۔ بہرحال اس سے ایک ہی چھلانگ میں اصل MATURITY نصیب ہوئی اور یہ بھی معلوم ہوا ؎

اگر نہ سہل ہوں تجھ پر زمیں کے ہنگامے
بُری ہے مستیٔ اندیشہ ہائے افلاکی

چنانچہ اب آستینیں چڑھا کر "زمین کے ہنگامے" نمٹنے کا ارادہ ہے۔ اس وجہ سے میں اپنی بیعت آپ سے توڑتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین اور دنیا دونوں میں جزائے خیر عطا فرمائے، جس نے "مستی اندیشہ ہائے افلاکی" سے روشناس کرایا۔

دعا کا طالب

ایک رفیق تنظیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لاہور۔ ۳۰/ نومبر ۹۹ء

برادرم عزیزم
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمہارا چند سطری خط مجھے .... صاحب نے فیکس کردیا تھا ـــــ یہ کہنے یا لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ پڑھ کر بہت صدمہ ہوا ـــــ خصوصاً اس لئے کہ اگرچہ تمہارا معاملہ کافی عرصے سے کچھ "مشکوک" چل رہا تھا لیکن اس سال اگست میں جو ملاقات ہوئی تھی اس سے اندازہ ہوا تھا کہ تم "واپسی" کا سفر شروع کرچکے ہو ـــــ بہرحال 'صبر کے سوا چارہ نہیں' بقول شخصے ؏ "بر سرِ ابنِ آدم ہرچہ می آید بگذرد!"

تم نے علّامہ اقبال کے جس شعر کا حوالہ دیا ہے' وہ چونکہ مجھے اپنے مزاج کی ساخت کی بنا پر کبھی strike نہیں کرسکا تھا' لہٰذا مستحضر نہیں تھا۔ چنانچہ اس کی تلاش کرنی پڑی ـــــ بہرحال جب وہ "ضربِ کلیم" کی "تمہید" میں ملا تو یہ دیکھ کر حضرت علّامہ ہی کا وہ شعر یاد آگیا کہ ؎ "تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کرگیا۔ ورنہ گلشن میں علاجِ تنگیٔ داماں بھی تھا!" ـــــ اس لئے کہ تم نے جس شعر کا حوالہ دیا ہے اسی کے معاًبعد اس کے "زہر" کا "تریاق" بھی موجود ہے ـــــ یعنی ؎ "تری نجات غمِ مرگ سے نہیں ممکن۔ کہ تو خودی کو سمجھتا ہے پیکرِ خاکی!" ـــــ اور ؎ "تڑپ رہے ہیں فضاہائے نیلگوں کے لئے۔ وہ پر شکستہ کہ صحنِ سرا میں تھے خورسند!"

ویسے تمہارے اس فیصلے کے اعتبار سے زیادہ برمحل شعر غالب کا ہے کہ ؎

نہ ہو گر سر و برگِ ادراکِ معنیٰ!
تماشائے نیرنگ صورت سلامت!"

اس لئے کہ "حقیقتِ معنوی" یا بریڈلے کے الفاظ میں اصل "REALITY" یعنی وجودِ حقیقی تو صرف باری تعالیٰ کا ہے ـــــ باقی جو کچھ ہے وہ تو محض "APPEARANCE" یعنی "نمودِ بے بود" ہے! ـــــ اب اگر کوئی شخص 'بزعمِ خویش' خواہ وقتی طور پر ہی

سہی، ''حقیقت'' سے صرفِ نظر کر کے ''سراب'' سے دو دو ہاتھ کرنے کے لئے آستین چڑھاتا ہے تو اس کا ایک ہی سبب ممکن ہے اور وہ یہ کہ اس کا ہاتھ لیلائے حقیقت کے ''پردۂ محمل'' پر کبھی پڑا ہی نہیں تھا بلکہ وہ بھی بو علی سینا کے مانند ''غبارِ ناقہ'' ہی میں ''گم'' رہا تھا' اس لئے کہ یہ تو ممکن ہی نہیں ہے کہ کوئی انسان ''حسنِ ازلی وابدی'' کی کوئی جھلک دیکھ چکا ہو اور پھر بھی کسی ''اور'' کی زلفِ گرہ گیر کا اسیر ہو جائے' خصوصاً اس ''عروسِ ہزار داماد'' ''دنیائے دوں'' کی' جس کی حقیقت ''لَهْوٌ وَّلَعِبٌ'' کے سوا کچھ بھی نہیں!

ـــــــ واللہ اعلم!!

ویسے تمہارے ذکر کردہ شعر کے حوالے سے ''کلیاتِ اقبال'' کی ورق گردانی کے دوران ایک اور مقام نظر آیا جو تمہاری اپنی بیان کردہ کیفیت کے زیادہ مناسب حال ہے یعنی بال جبرئیل میں ''پیر و مرید'' کے عنوان سے اقبال نے اپنا جو مکالمہ رومی کے ساتھ نقل کیا ہے اس میں مرید ہندی کی اس گزارش کے جواب میں کہ ؎

''آسمانوں پر مرا فکرِ بلند! میں زمیں پر خوار و زار و درد مند!
کارِ دنیا میں رہا جاتا ہوں میں ٹھوکریں اس راہ میں کھاتا ہوں میں
کیوں مرے بس کا نہیں کارِ زمیں؟ ابلہِ دنیا ہے کیوں دانائے دیں؟''

پیر رومی کا یہ شعر قابلِ توجہ ہے ؎

''آں کہ بر افلاک رفتارش بود بر زمیں رفتن چہ دشوارش بود''

چنانچہ کم از کم میرے اندازے کے مطابق تو تم ''دنیا'' میں ایسے ناکام یا نامراد کبھی بھی نہیں تھے ـــــ! تم نے اچھی بھلی ملازمت کو چھوڑ کر اور خسارے پر گھر کو فروخت کر کے ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس کے لئے رختِ سفر باندھا تھا ـــــ ایسا ہرگز نہیں تھا کہ تم تلاشِ معاش یا روزگار میں سڑکوں کی پیمائش کرتے کرتے اچانک ایک "ESCAPE" کے طور پر لاہور آ گئے تھے! ـــــ لہٰذا میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ تمہاری یہ سوچ محض وقتی اور عارضی ''وسوسہ'' کی نوعیت کی ہو' اور تم پورے صغریٰ کبریٰ پر از سرِ نو غور کر سکو!

میری اس امید کی ایک وجہ تمہاری یہ ''صاف بیانی'' بھی ہے کہ تم نے تنظیم سے علیحدگی کے ضمن میں کسی ہیر پھیر سے کام نہیں لیا۔ یعنی تنظیم کی فکری یا عملی غلطیوں یا میری کسی تقصیر یا کم ہمتی کا سہارا نہیں لیا۔ اور صاف صاف وہ بات کہہ دی جو شاید ہی کوئی

دوسرا شخص کہہ سکے ــــــ! (اگرچہ میرے دل میں ایک چور یہ بھی ہے کہ عین ممکن ہے کہ تم نے صرف میرے "لحاظ" میں یہ روش اختیار کی ہو۔ ورنہ تمہارے اس فیصلہ کا اصل سبب خود میرے یا میرے کسی ساتھی کا طرزِ عمل ہو ــــــ واللہ اعلم!!)

آخر میں صرف ایک "گزارش" اور ہے ــــــ اور وہ یہ کہ سورۃ اعراف کی آیات ۱۷۵ تا ۱۷۸ کا مطالعہ غور سے کرو۔ ان میں جس کردار کا ذکر ہے اس کا حوالہ میں نے اپنی بہت سی حالیہ تقاریر میں "ملّتِ اسلامیہ پاکستان" کی کیفیات کی تشخیص کے ضمن میں وضاحت کے ساتھ دیا ہے ــــــ مجھے اندیشہ ہے کہ تم نے جو کچھ اپنے بارے میں خود تحریر کیا ہے اگر وہ درست ہے تو ان آیات کا اطلاق تم پر بھی بہ تمام و کمال ہو سکتا ہے ــــــ اس لئے کہ تم خواہ قلبی و روحانی اعتبار سے "حقیقتِ کبریٰ" کے زیادہ قریب نہ آ سکے ہو، لیکن کم از کم ذہنی، فکری اور عملی اعتبار سے "دینِ حق" کے جس قدر قریب آئے اور "آیاتِ الٰہی" سے جس درجہ روشناس ہوئے اس کے بعد یہ رجعتِ قہقری بہت "خوفناک" نتائج کی حامل ہو سکتی ہے، یعنی ع "حذر اے چیرہ دستاں، سخت ہیں فطرت کی تعزیریں!" ــــــ اللہ کرے کہ تم جلد ہی اس شیطانی چکر سے نکل کر دوبارہ قافلہ راہِ حق میں شامل ہو جاؤ ــــــ تاکہ یہ "ناقۂ بے زمام" دوبارہ "سوئے قطار" آ جائے۔

اپنی اہلیہ کو میرا سلام، اور بچوں کو دعائیں اور پیار پہنچا دینا۔

فقط والسلام

خاکسار اسرار احمد عفی عنہ

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔